ماهنامه

تحقیقاتِ اسلامی

URDU MONTHLY MAGAZINE

October 2025

مُدیرمَسئول

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

مُدیرتحریر

مولانا محمد صغیر قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن دعوت الی الحق کیرانہ ضلع شاملی کا

علمی، دینی، تحقیقی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

تحقیقاتِ اسلامی

جلد (۱۳) ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ، مطابق اکتوبر ۲۰۲۵ء شمارہ (۴)

مدیر مسئول

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

بانی و مہتمم جامعۃ السعادۃ کیرانہ وصدر انجمن دعوت الی الحق

مدیر تحریر

محمد صغیر قاسمی

09897855010

sagheerqasmi@gmail.com

ترسیل کے لیے رابطہ کریں: محمد معظم رحمانی قاسمی 09359602830

موبائل نمبر: 09359602830 ای میل: tahqiqateislami2011@gmail.com

شرح خریداری:

فی شمارہ: ۳۰/روپے سالانہ: ۳۰۰/روپے اعزازی: ۵۰۰۰/روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہر طرح کی قانونی کارروائی کا حق صرف عدالتِ کیرانہ ہی کو ہوگا۔

خط و کتابت کا پتہ:

دفتر ماہنامہ "تحقیقاتِ اسلامی"

جامعۃ السعادۃ

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ کیرانہ ضلع شاملی (یوپی) انڈیا

Add: Office Tahqiqat-e-Islami
Jamiatus Sa'adah, Moh.Ibrahimpura
(Aal Kalan) Shamli Road, Kairana
Distt. Shamli (U.P.) India
A/c No. 3023002100004803
TAHQIQAT-E-ISLAMI
Punjab National Bank, Branch: Kairana

ناشر

تحقیقاتِ اسلامی

۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ ضلع شاملی (یو۔پی) ۲۴۷۷۷۴

پرنٹر پبلشر محمد عرفان نے جیوتی پرنٹنگ پریس منگلا مارکیٹ نزد مالویہ چوک، مظفرنگر سے طبع کرا کے دفتر تحقیقاتِ اسلامی ۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ شاملی سے شائع کیا۔

آئینہ

صریر خامہ

آئی لو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	(۳)

درس قرآن

تفسیر سورۂ قلم	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۵)

درس حدیث

دورِ حاضر اور علامات قیامت	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	(۹)

مقالات و مضامین:

ایک ہو کر رہو	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۱۰)
انبیاء کی بعثت...	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	(۱۲)
نزولِ مصائب اور رفعِ مصائب	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری	(۱۵)
فتنوں کے زمانہ میں...	مولانا حفظ الرحمٰن دہلوی	(۱۸)
جمعہ کے دن پڑھا جانے والا درود...	مولانا عبداللہ گل احمد دیوان	(۲۴)
خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت	مولانا بدر الحسن قاسمی	(۳۰)
اسٹنٹ کے دوران موت...	مولانا ناصر الدین مظاہری	(۳۳)
تدریس ایک ہنر و فن	محمود الحسن مدراسی	(۳۴)
علمی مروت و اخلاقیات	ڈاکٹر عبدالکریم وُرَیکات	(۳۵)
الفاظ کا جادو	عبدالماجد دریابادی	(۳۷)
سائنس اور قرآن	مولانا ثمیر الدین قاسمی	(۴۱)
فقہ و فتاوی	ادارہ	(۴۲)

افسانہ

قصہ چہار درویش	میر امن دہلوی	(۴۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریرِ خامہ

آئی لو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ہادی انس و جن، نبی اکرم، شفیع اعظم، رحمت عالم، محسن انسانیت، محبوب خدا، سرور کائنات، احمد مجتبی، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت ہمارا عقیدہ اور ایمان۔ آپ کی عظمت و وقار کی حفاظت، سعادت و نیک بختی۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسے اپنی جان، آل و اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو اور رب کے اس محبوب کے سامنے، اس کی اپنی سب چیزیں ہیچ و حقیر نہ ہوں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”عن انس قال :قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین۔“ (بخاری) ”حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک، اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

لیکن اس محبت کے اظہار کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم آپ کے نام کا جگہ جگہ پوسٹر لگائیں، بنیان پر لکھ کر گھومیں، آپ کے نام کا اسٹیکر گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر چسپاں کریں اور پھر کل وہی پوسٹر اور اسٹیکر ہمیں سڑکوں و نالیوں میں پڑے ہوئے ملیں، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا نعرہ لگاتے ہوئے جلوس کی شکل میں گلی محلوں میں ٹہلتے ہوئے پھریں۔ بلکہ اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات و احکامات پر عمل کیا جائے، آپ کی تعلیمات کو سینے سے لگایا جائے اور اپنی نسلوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا عامل بنایا جائے۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عامل نہیں ہیں، اور آپ کے احکامات کے مطابق زندگی نہیں گزارتے ہیں، تو پھر یہی کہا جائے گا کہ ہم آپ کے نام کا جھوٹا نعرہ لگانے والے ہیں اور صرف دنیا کو دکھانے کے لیے سینے پر اسٹیکر چسپاں کر رکھا ہے۔ عاشق صادق تو محبوب کے ایک ایک حکم پر مرمٹتا ہے، مرضی محبوب کے سامنے اس کی اپنی کوئی خواہش اور مرضی نہیں رہتی، یہی نہیں کہ وہ حکم محبوب پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے، بلکہ اپنے انداز و اطوار کو بھی اسی کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے، اس کی چال ڈھال محبوب جیسی ہو جاتی ہے، اس کا رہن سہن اور کھانا پینا اسی کی اداؤں کے مطابق ہو جاتا ہے، اس کا لباس بلکہ شکل صورت تک اسی کے رنگ میں رنگ اٹھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ”قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي“ -آل عمران: ۳۱- (کہہ دیجیے! اگر تم اللہ

سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو) یعنی اگر کسی کو دعویٰ ہے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے، تو پھر اس کا ثبوت بھی سامنے آنا چاہیے اور وہ ہے اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل، بلکہ جھوٹا ہے۔

کانپور سے ’’آئی لو محمدؐ‘‘ کے ایک پوسٹر سے شروع ہونے والے ہنگامے نے دیکھتے دیکھتے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس پوسٹر کے ساتھ پورے ملک میں جلوس نکلنے شروع ہوگئے اور جگہ جگہ اسٹیکر لگائے جانے لگے۔ بہت سے مقامات پر پولیس سے جھڑپوں کی خبریں بھی آئیں، بہت سے نوجوان گرفتار کرکے جیلوں کی سلاخوں میں ڈال دیے گئے اور بریلی میں تو فساد ہی برپا ہوگیا۔ یہ جلوس کن لوگوں نے نکالا، کس مقصد کے لیے نکالا گیا، اور اس کے فوائد کیا حاصل ہوئے، پولیس اور انتظامیہ سے ٹکراؤ کی نوبت کیوں آئی، شاید جلوس میں شامل افراد یا جلوس کے منتظمین بھی نہ بتا سکیں۔ بس ایک جذباتی بات تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت کے اظہار کا موقعہ تھا، جس نے بھی سنا وہ اس میں شامل ہوگیا۔ ایسے جذباتی نعروں کی گونج میں ہم اس ذات کی تعلیمات کو بھی فراموش کردیتے ہیں، جس کے نام کا نعرہ لگاتے ہوئے ہم نکلتے ہیں اور پھر جان ومال کا بڑا نقصان اٹھا کر پشیمان ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات زندگی کے ہر موڑ کے لیے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہر موقعہ پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ کسی بھی قدم کو اٹھانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کو دیکھ لیا جائے اور سمجھ لیا جائے، اس کے بعد ہی کوئی قدم اٹھایا جائے۔ ہر بات پر آپ سڑک پر آجائیں اور اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرے میں ڈال دیں، پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کی بجائے آپ اپنے کسی عمل سے نئے مسائل پیدا کرلیں، اسلام کی تعلیمات آپ سے اس کا تقاضا نہیں کرتی ہے۔

پوسٹر کی بنیاد پر پولیس کا ایف آئی آر درج کرنا یقیناً غلط تھا، اگرچہ کانپور کے ایک پولیس افسر کا یہ بیان بھی آیا تھا کہ ایف آئی آر پوسٹر کی وجہ سے نہیں درج کی گئی، بلکہ جس جگہ پوسٹر لگایا گیا تھا، نزاع اس کی بابت تھا، اور اس کی وجہ سے ایف آئی آر درج ہوئی ہے۔ حقیقت کیا ہے مقامی لوگوں سے تحقیق کے بعد ہی صحیح صورت حال کا علم ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے ردعمل میں جس طرح غیر منظم جلوس نکالے گئے اور نتیجے میں جو جان ومال کا نقصان ہوا، اور ہزاروں نوجوانوں کو جیلوں میں جانا پڑا، اس کی بھی تائید نہیں کی جاسکتی۔ بلاشبہ ہر شخص کو احتجاج کا حق حاصل ہے، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر احتجاج ہو تو منظم ہو، پولیس کی اجازت سے ہو، کتنے لوگ شامل ہوں گے اور وہ کون کون لوگ ہوں گے، اس کی تعیین ہو، پھر جلوس کی نگرانی کا منظم انتظام ہو، تاکہ کوئی اجنبی اور غیر متعارف شخص اس کا حصہ بن کر فساد کا سبب نہ بن سکے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو احتجاج کی یہ شکل بھی ہے کہ پولیس افسر کو میمورنڈم دے کر اپنی شکایت درج کرادی جائے۔

اس لیے کہ اس خطرے کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہیں بھیڑ میں، زہریلے سانپ نہ گھس آئیں جو جلوس میں شامل معصوموں کو ڈس کر چلے جائیں اور پھر آپ کف افسوس ملتے رہ جائیں۔ پتھر کس نے چلایا، آگ کس نے لگائی اس کی تحقیق کبھی نہیں ہو پائے گی، لیکن اس جرم میں سیکڑوں نوجوانوں کو جیلوں کی سلاخوں میں ڈال دیا جائے گا، جنھیں اپنی بے گناہی ثابت کرتے کرتے، پوری عمر ختم ہوجائے گی اور ساتھ ہی بہت سے مکانوں ودوکانوں کو بلڈوز کردیا جائے گا۔ یاد رہے اسلام جذبات کی قدر کرتا ہے، لیکن جذبات میں آکر عقل وخرد کو فراموش کرنے سے بھی منع کرتا ہے اور بلاوجہ وبے مقصد اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

سُورَۃُ الْقَلَمِ

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ○ بِأَییِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ○ إِنَّ رَبَّکَ ھُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ أَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ○ فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ○ وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ○

ترجمہ:

سواب (عنقریب) تو بھی دیکھ لے گا اور وہ (کفار) بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کس کو جنون تھا۔ آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا (کبھی) نہ ماننا۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا آپ (تبلیغ) میں نرم پڑیں تو یہ بھی نرم پڑ جائیں۔)

تشریح وتفسیر

فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ○ بِأَییِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ○ (سواب (عنقریب) تو بھی دیکھ لے گا اور وہ (کفار) بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کس کو جنون تھا)

مفتون اس جگہ بمعنے مجنون ہے۔ پچھلی آیات میں آپ کو مجنون کہنے والوں کے طعنہ کو دلائل سے رد کیا گیا تھا، اس آیت نے پیش گوئی کے طور پر یہ بتلایا کہ یہ بات یوں ہی ڈھکی چھپی رہنے والی نہیں ہے قریب آنے والے وقت میں سب آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ معاذ اللہ آپ مجنون تھے یا آپ کو مجنون کہنے والے، پاگل دیوانے تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ بات کھل کر دنیا کے سامنے آگئی اور انہیں مجنون کہنے والوں میں سے ہزاروں حلقہ بگوش اسلام ہو کر آپ کے اتباع و محبت کو سرمایہ سعادت سمجھنے لگے اور بہت سے اشقیاء جن کو توفیق نہیں ہوئی وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے۔ (معارف)

اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تسلی اور مخالفین کے لیے تنبیہ ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ اگر یہ لوگ مختلف حربوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو بے اثر کرنے کی کوشش میں ہیں اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدگمان کرنا چاہتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہے کہ شاید یہ اپنے

مقصد میں اس طرح سے کامیاب ہوجائیں گے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اپنی تبلیغی مساعی کو جاری رکھئے اور ان کی نامناسب باتوں پر صبر کیجیے۔ وہ وقت دور نہیں کہ آپ کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید مختلف طریقوں سے آپ کی دستگیری کرے گی اور یہ جس طرح رفتہ رفتہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں اور تباہی و بربادی ان کا مقدر بننے والی ہے اس کے بھی آثار ان کے سامنے ظاہر ہونے لگیں گے۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ ہر دیکھنے والی نگاہ اندازہ کر لینے میں دشواری محسوس نہیں کرے گی کہ کون ہیں وہ لوگ جن کی قیادت ایک صاحب نظر کے ہاتھ میں ہے۔ علم و دانش اس کے ہمرکاب چلتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا اس پر نزول ہوتا ہے اور وہ کون وہ لوگ ہیں جن کی قیادت کرنے والے حکمت و دانش سے بیگانہ محض چند توہمات اور تعصّبات کو سینے سے لگا کر پیغمبر کی تبلیغی کاوشوں کو ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح سے اپنا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کا مستقبل تباہ کرنے کے درپے ہیں۔

یہاں کفار کو جو دھمکی دی جارہی ہے اس کا تعلق دنیا و عقبیٰ دونوں سے ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے والے دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران ٹھہریں گے۔ اور یہ مخالفین دنیا میں بھی ناکامی کا زخم اٹھائیں گے اور آخرت میں بدترین عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے چند ہی سال بعد دیکھنے والوں نے ان دونوں باتوں کو بچشمِ سر دیکھا۔ جزیرۂ عرب مفتوح ہوگیا اور ہر طرف اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور کل کے مخالفین اسلام کی آغوش میں آگئے یا اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ (روح القرآن)

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ۝

(آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کافر لوگ اپنے اور آپ کے بارے میں کیسے ہی الٹے سیدھے تصورات رکھیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے کوئی بات مخفی نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہم نے جو ہدایت دے کے بھیجا ہے اسے قبول کرنے والا، اس کے لیے قربانیاں دینے والا اور اس راستے پر چلنے والا کون ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے قدم قدم پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت اپنا فریضہ سمجھ رکھا ہے اور وہ اسلام کی ناکامی اور شکست کو زندگی کا سب سے بڑا ہدف بنا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عادل ہے اور اس کی صفت عدل کائنات کے نظام پر اس طرح چھائی ہوئی ہے جیسے زندگی کی سرگرمیوں پر روشنی کا پہرہ ہوتا ہے۔ اس کے عدل کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ اس کے راستے پر چلنے والے لوگ دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی سرفراز ٹھہریں اور اس کی مخالفت کرنے والے آخر کار ناکامی سے دوچار ہوں اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنیں۔

کیونکہ اگر وہ دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھے اور یکساں معاملہ کرے تو یہ عدل نہیں بلکہ ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے راستے پر چلنے والوں کو ہمیشہ تکلیفوں میں مبتلا رکھے اور نافرمانوں اور باغیوں کو ہمیشہ کھل کھیلنے کا موقع دے تو یہ ظلم سے بڑھ کر ظلم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا اس سے بالکل مختلف ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اطمینان رکھیں، اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا ظہور ضرور ہوگا، اس کے راستے پر چلنے والے سرفراز ہوں گے اور مخالفت کرنے والے خائب و خاسر ہوں گے۔ (روح القرآن)

اس میں اشارہ ہے کہ وہی گمراہ ہیں اور وہی دیوانے ہیں۔ ان کے دیوانہ پن کی دلیل ان کی گمراہی ہے اور آپ اور آپ کے متبعین کے عاقل ہونے کی دلیل ہدایت پر ہونا ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپ کو عاقل اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں۔ کس لیے کہ تو ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں۔ اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو۔ کس لیے کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہے اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے۔ پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھٹلاتے ہیں تو:

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ (تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا (کبھی) نہ ماننا۔)

اس آیت کریمہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہرگز ان باتوں کا اثر قبول نہ کریں، مخالفین تو اپنی روایت کے مطابق جو ان کا بس چلے گا وہ کریں گے۔ ان کے مقابلے کی صورت یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی تبلیغی مساعی میں کمی نہ آنے دیں۔ لیکن اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی ہنگامہ آرائی اور ژاژ خائی سے اثر قبول کرنے لگے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہمت اور توانائی متاثر ہونا شروع ہوجائے گی۔ اطاعت کا معنی جس طرح ماننا اور پیچھے چلنا ہے، اسی طرح اس کا معنی کسی بات کا اثر لینا بھی ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ کافروں کی بات ماننے لگیں گے۔ البتہ انسانی فطرت کے تحت اس بات کا اندیشہ تھا کہ ان کی ہنگامہ آرائی سے اثر قبول کرنے لگیں، اس لیے ان کی ہمتوں کو توانا کرنے کے لیے اس سے بھی روک دیا تاکہ ان کے ارادوں کی قوت میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ (یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا آپ (تبلیغ) میں نرم پڑیں تو یہ بھی نرم پڑ جائیں۔)

یعنی کفار تو چاہتے ہیں کہ اگر آپ مداہنت کر جائیں، حق سے چشم پوشی کر جائیں اور بت پرستی کی برائی نہ کریں تو وہ بھی آپ سے تشدد نہ کریں۔ گول گول باتیں کہنے میں کچھ ممانعت نہ کریں۔ (حقانی)

درحقیقت اس آیت میں مکذبین کی مخالفت کے اصل سبب سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ (یعنی کفار) آج کل کے سیاسی لیڈروں کی طرح تمام سیاسی داؤ پیچ سے واقف تھے اور انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کیخلاف سرد جنگ شروع کر رکھی تھی۔ انھوں نے رفتہ رفتہ یہ محسوس کر لیا تھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اعلانِ حق سے باز رکھنا

توحید کے اظہار اور شرک کی مذمت سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت میں کسی تبدیلی کے لیے کہنا تو ممکن نہیں۔ وہ اس کے لیے ہر خطرے کا سامنا کر سکتے ہیں لیکن اس دعوت کو روک نہیں سکتے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر ہم الزامات اور مخالفت کا دباؤ بڑھاتے چلے جائیں، تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے رویئے میں لچک پیدا کرلیں اور شرک کی مذمت کی آنچ کو تھوڑا سا دھیما کرلیں اور اگر ممکن ہو سکے تو بعض باتوں میں کمپرومائز کرلیں۔

اس طرح سے ایک دفعہ اگر برف پگھلنا شروع ہوگئی تو ممکن ہے کہ پھر یہ سلسلہ جاری رہے۔ اس صورتحال کی روشنی میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا جارہا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن باتوں کی دعوت دے رہے ہیں کافروں کو ان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن انھیں تسلیم کرلینا ان کی خواہشوں کیخلاف ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے یہ طوفان اٹھا رکھا ہے۔ اس طرح سے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر دباؤ بڑھا کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنی کچھ باتیں منوانے کے چکر میں ہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کی طرف سے باخبر بھی رہنا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغی مساعی اور دعوتی سرگرمیوں میں کسی طرح کی نرمی نہیں آنی چاہیے تاکہ انھیں آگے قدم بڑھانے کا حوصلہ نہ ہوسکے۔ (روح القرآن)

مفسرین نے ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ابوجہل، اسود بن عبد یغوث، واخنس بن شریق وغیرہ مکہ کے رؤسا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس پند و نصیحت سے آپ کی یہ غرض ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میسر آئے تو آپ فرمائیں، اگر عورتوں سے رغبت ہے تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپ کے لیے حاضر کریں اور آپ جس سے فرمائیں نکاح کرا دیں۔ اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال اور مواشی حاضر کریں۔ اگر سرداری مقصود ہے تو آپ ہماری قوم میں عالی نسب عقلمند ہیں، ہم آپ کو سردار بنا دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان باتوں میں سے کوئی مطلوب نہیں، صرف تمہاری بھلائی مقصود ہے کہ تم ہلاکت میں نہ پڑو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اچھا آج تو آپ عبادت کیا کریں، مگر بتوں کی مذمت اور ان کی پرستش سے منع نہ کریں۔ ہم بھی آپ پر طعن و تشنیع نہ کریں گے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سکوت کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (حقانی)

****

تحقیقاتِ اسلامی محض ایک ماہ نامہ یا رسالہ نہیں ہے، بلکہ ایک دینی، علمی، اصلاحی اور فکری تحریک ہے، جس کا مقصد مغربی تہذیب اور اس کے عریاں و فحش لٹریچر سے متأثر افراد کے رُخ کو موڑ کر قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و تمدن کی جانب مائل کرنا ہے۔ قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اس تحریک سے جڑیں، گھر گھر اسے پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔ (ادارہ)

درس حدیث

دورحاضراورعلامات قیامت

محمدصغیرقاسمی پرتاپ گڑھی

مکہ مکرمہ کی عمارتیں پہاڑوں سے بھی بلند ہوجائیں گی:

عن عبد اللہ بن عمرو انّہٗ قالَ: فَإِذَا رَأَیْتَ مَکَّۃَ قَدْ بَعَجَتْ کَظَائِمَ وَرَأَیْتَ الْبِنَاءَ یَعْلُو رُءُوسَ الْجِبَالِ فَاعْلَمْ أَنَّ الْأَمْرَ قَدْ أَظَلَّكَ۔ (ابن ابی شیبہ: 37232)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تم دیکھو کہ مکۃ المکرمہ کا پیٹ چیر کر نہروں جیسی چیزیں بنادی گئی ہیں اور مکہ کی عمارتیں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہوگئی ہیں تو سمجھ لو کہ معاملہ (یعنی قیامت) تمہارے سر پر آچکا ہے۔

آج کا مکہ بلکہ پورا عرب آپ کے سامنے ہے، کس طرح بڑے بڑے پہاڑوں اور چٹانوں کو چیر کر زمین دوز راستے اور سرنگیں جگہ جگہ بنادی گئی ہیں، پورے پورے شہر میں سرنگوں کا جال بچھا ہوا آپ کو نظر آئے گا اور ان میں نہروں کی طرح شفاف سڑکوں پر رواں دواں ٹریفک ۔اس کا اندازہ آج سے چند سال پہلے لگایا بھی نہیں جاسکتا ہے۔لیکن آج یہ سب حقیقت ہے۔

اسی طرح ایسی ایسی بلند و بالا عمارتیں بن گئیں ہیں کہ پہاڑ کی چوٹیاں نیچی نظر آتی ہیں، آج وہاں ہر طرف آپ کو آسمان سے بات کرتی عماریں ہی دکھائی دیتی ہیں۔جیسے کوئی مقابلہ چل رہا ہو بلند سے بلند عمارت اور ٹاور بنانے کا،کوئی ’’ مکہ ٹاور‘‘ بنا رہا ہے تو کوئی ’’برج خلیفہ‘‘۔

افسوس کہ دور حاضر میں عرب کے موجودہ حکمراں اسی طرح کی ذہنی وجسمانی عیاشیوں میں لگ کر دین وملت کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں،ان کی حمیت وغیرت ختم ہوگئی ہے، بلکہ دین وعقیدہ بھی برائے نام رہ گیا ہے، یہ عمارتیں بنانے ،تفریح گاہوں کو سجانے اور عیش کدہ بنانے میں ایسے مصروف ہیں کہ انھیں نہ اپنی تاریخ یاد رہ گئی ہے اور نہ اپنی عزت ووقار کی کوئی فکر ہے۔

پھر اس کا نتیجہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ پوری امت جس کسمپرسی اور بدحالی کا آج شکار ہے، اور جس طرح دیگر اقوام اس کو لقمہ تر سمجھ کر نگل رہی ہیں، امت پر کبھی ایسے احوال نہیں آئے تھے۔

یہ سب قرب قیامت کی علامت ہے، اللہ تعالی ہم سب کی ان اعمال سے حفاظت فرمائے جو اس کی ناراضگی اور غصب کا سبب بنیں۔

مقالات ومضامین

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں...

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

"تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْواً تَدَاعیٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی" (متفق علیه)

(اے مخاطب) تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے سے رحم کا معاملہ کرنے، ایک دوسرے سے محبت وتعلق رکھنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی ومعاونت کا سلوک کرنے میں ایسا پائے گا، جیسا کہ بدن کا حال ہے کہ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو بدن کے باقی اعضاء اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور بیداری وبخار کے تعب ودرد میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد گرامی میں تمام مسلمانوں کو ایک بدن کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح جب بدن کا کوئی ایک عضو دکھتا ہے، تو سارا بدن اس دکھ سے متاثر ہوتا ہے اور محض ایک عضو میں تکلیف ہونے سے پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ ایک تن بن جائیں اور پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کے مانند ہو جائے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے یا وہ کسی آفت میں ومصیبت میں گرفتار ہو تو سارے مسلمان اس کے دکھ ورنج میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد پاک سے معلوم ہوا کہ اگر اس تعلیم کے برخلاف، مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہوجائیں اور رنگ ونسل، زبان وکلچر اور ذات پات کے دائروں میں سمٹ جائیں، تو ان کے ملی وجود اور ان کی اجتماعی طاقت کو انتشار واضمحلال کا گھن لگ جائے گا، اور جب ان کی اجتماعی حیثیت مجروح ہو کر غیر موثر ہوگی تو ان کا شخصی وانفرادی وجود بھی نہ صرف بے معنی ہوجائے گا، بلکہ ہر شخص مختلف آفات ومصائب کا شکار ہوگا۔

یاد رہے کہ وجود اور اجتماعی طاقت کا سرچشمہ افراد کا آپس میں محبت وموانست اور اشخاص کا باہمی ربط وتعلق ہے، اس لیے ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے اس طرح ربط وتعلق رکھے، جس طرح دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں، کہ آپس میں سلام ودعا کرتے ہیں، باہمی میل جول اور ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، باہمی

معاملات وتعلقات کومحبت وموانست اوررحم دلی کی بنیاد پراستوار کرتے ہیں، ہدایا وتحائف کا تبادلہ کرتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد واعانت کرتے رہتے ہیں اور ہرمسلمان دوسرے مسلمان کے حالات کی رعایت اوراس کے طورطریقوں کی پاسداری کرتا ہے، چناں چہ جب شخصی اورانفرادی سطح پر یہ ربط وتعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے تو سارے مسلمان ایک مضبوط اجتماعی حیثیت اورعظیم طاقت بن جاتے ہیں۔

دنیا کے تمام انسانوں کو رنگ ونسل کے بھید بھاؤ، زبان وکلچر کے اختلاف وتفاوت اورذات وقبائل اورعلاقہ کی تفرقہ بازی سے نجات دلا کر ایک انسانی برادری اوراتحاد ویگانگت کی ایک لڑی میں کوئی تعلق پروسکتا ہے تو وہ صرف ایمان واسلام کا تعلق ہے، چناں چہ اہل ایمان جہاں بھی ہوں، جس رنگ ونسل سے بھی تعلق رکھتے ہوں اوران کی زبان ومعاشرت میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، لیکن انسان اورمومن ہونے کی حیثیت سے وہ ایک ہیں اورایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کے درمیان کوئی انسانی امتیاز اوراونچ نیچ نہیں ہے، کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے اورکسی طرح کی برتری وکمتری نہیں ہے، وہ جس عقیدہ کے حامل اورجس نظریۂ حیات کو ماننے والے ہیں اس کی روشنی میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ تمام انسان ایک باپ کی اولاد ہیں، تمام مسلمان ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں، اگر وہ کڑیاں الگ الگ ہوجائیں تو زنجیر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔

افسوس کے مسلمانوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات کوفراموش کردیا، اورانتشار درانتشار کا شکار ہوکر اپنی دینی، ملی معاشرتی اورملکی حیثیت کو گنوا بیٹھے۔ ایک عظیم قوم اورآبادی کے طور پر دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہونے کے باوجود آج امت مسلمہ جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے اس میں بڑا دخل آپسی انتشار وتفرقہ کا ہے۔

آج ہم دیگر قوموں کی طرح جس انداز سے برادری واد، علاقائیت، رنگ ونسل وغیرہ کی بنیاد پر منقسم ہیں اورصرف اپنی فکر اوراپنے لیے مال دولت جمع کرنے میں مصروف ہیں، یہ ہمیں بربادی کی طرف لے جارہی ہے۔ وہی قومیں آگے بڑھتی ہیں جن میں اتحاد واتفاق ہوتا ہے اورجو معاشرے کے کمزوروں اور پریشان حال لوگوں کوایک ساتھ لے کر چلتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کیا جائے، برادری واد اور علاقائی تعصب کو ختم کیا جائے، ایک دوسرے کے درد وغم کو اپنا درد وغم سمجھا جائے، ایک دوسرے کی مدد کے لیے آگے آیا جائے، قوم کی ترقی کے لیے آپس میں مل کر مضبوط لائحہ عمل تیار کیا جائے اور منتشر شیرازہ کو متحد کیا جائے۔

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

انبیاء کی بعثت انسانیت کی سب سے اہم ضرورت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

خدانے انسانوں کی جوبستی بسائی ہے،وہ کتنی وسیع ،کتنی خوب صورت اور کتنی متنوع ہے!ہزاروں مخلوقات ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف ، بلکہ اپنی صلاحیتوں اور عادتوں کے اعتبار سے بالکل متضاد کیفیتوں کی حامل،لیکن ایسا لگتا ہے ان کو ان کے کاموں کے بارے میں قدرت نے کوئی کتاب پڑھا دی ہے،وہ ایک مقررہ دستور کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں،سورج کو معلوم ہے کہ اسے مشرق سے نکلنا ہے اور مغرب کی سمت میں ڈوبنا ہے،سمندر ہزاروں سال سے اپنے دائرہ میں مسلسل بہہ رہا ہے اور اپنی تلاطم خیز موجوں کے ساتھ کروٹیں لیتا رہتا ہے،وہ فضا کو بادل کی سوغات دیتا ہے اور دن رات زمین کی آلائشوں کو تحلیل کرنے میں لگا ہوا ہے،درخت مسلسل لگتا ہے کہ یہ سب پڑھی پڑھائی اور سیکھی سکھائی مخلوقات ہیں، جن کو اپنی ایک ایک ڈیوٹی کا علم ہے۔

جمادات ونباتات ہی نہیں،حیوانات کا بھی یہی حال ہے،جو چلتے پھرتے دوڑتے بھاگتے ہیں،ان کا کھانا پینا،لڑنا جھگڑنا،اپنی غذاؤں کا تلاش کرنا،حملہ کرنا اور مدافعت کرنا ہم اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں،لیکن ایسا لگتا ہے کہ قدرت نے ان کو بھی ان کی زندگی کا دستور پڑھا اور سمجھا دیا ہے،گائے ، بکری گھاس اور درخت کے پتے کھاتی ہے،شیر اور باز زندہ جانوروں کا شکار کرتا ہے،چیل مردار کی تلاش میں چپہ چپہ ڈھونڈتا پھرتا ہے،بعض جانور ہیں جو چارہ بھی کھاتے ہیں اور اپنے سے چھوٹے جانوروں کو بھی ہضم کر جاتے ہیں، پرندوں کو اپنا گونسلا بنانا اور چوہوں کو اپنا سرنگ نما مکان بنانا معلوم ہے، مکڑے جالے بنتے ہیں اور شہد کی مکھیاں اپنا چھتہ تیار کرتی ہیں،جس میں اتنے کمرے ہوتے ہیں کہ شاید بادشاہوں کے محلات میں بھی نہ ہوتے ہوں۔

کیا یہ سب کچھ ان مخلوقات نے آپ سے آپ جان لیا؟ قرآن نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ یہ کہ یہ سب اللہ کی راہ نمائی اور ہدایت کا نتیجہ ہے ، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿رَبُّنَا الَّذِیْ أَعْطٰی كُلَّ شَيْئٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰى﴾ (طٰہٰ:50) یعنی یہ رب کائنات کا کمال ہے کہ اس نے ہر چیز کو صورت بھی بخشی اور اسے اپنے وجود اور زندگی کے بارے میں راہ بھی سمجھائی اور سلیقہ بھی سکھایا۔قرآن نے ایک اور موقعہ پر بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے،(اعلیٰ:3) جیسے دین اور آخرت کے بارے میں راہ نمائی ہدایت ہے، ویسے ہی دنیا میں کسی بھی مخلوق کو زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کا جو طریقہ

ودیعت کیا گیا ہے، اسے بھی قرآن "ہدایت" سے تعبیر کرتا ہے۔

اور یہ کچھ جانوروں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، حضرت انسان کے وجود میں بھی اس ہدایت ربانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی کی طرف لپکتا اور اس سے دودھ پیتا ہے، آخر اس شیر خوار بچے کو کس نے بتایا کہ تمہاری غذا ماں کے سینہ میں ہے؟ اور پھر اس غذا کو ماں کے سینہ سے کشید کرنے کا سلیقہ کس نے سکھایا؟ ذرا سی بے توجہی ہو تو بچہ کا رونا اور پیار پر بچہ کا مسکرانا، یہ بھی اسی ہدایت ربانی کا مظہر ہے، اس گونگے، بے زبان اور بے شعور بچہ کو کس نے سکھایا کہ دکھ اور درد کا اظہار روکر اور خوشی کا اظہار ہنس کر اور مسکرا کر کیا جاتا ہے؟

تو جب خدا نے ہر چیز کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور اسے قدرتی طور پر دنیا میں رہنے سہنے کا طریقہ بتادیا ہے، تو کیا انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے کسی طریقہ اور نظام کی ضرورت نہ ہوگی؟ یقیناً ہوگی، بلکہ زیادہ ہوگی، کیوں کہ انسان ایک گونہ بااختیار مخلوق ہے اور عقل وخرد کی نعمت نے اس کی نیکی اور بدی کے دائرہ کو بہت وسیع کردیا ہے، شیر ایک وقت میں ایک ہی انسان یا حیوان کو شکار بناتا ہے، سانپ ایک بار ڈس کر ایک وجود کو فنا کرسکتا ہے، لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ وہ ایک ایٹم بم کے ذریعہ بیک وقت ایک پورے خطہ کو تباہ وبرباد کرسکتا ہے اور بیک جنبش پلک لاکھوں انسانوں کی جان لے سکتا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس بات کا محتاج ہے کہ جینے اور مرنے کا سلیقہ سیکھے اور زندگی گزارنے کا طور وطریق جانے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ کون بتائے؟ ہم اپنی عملی زندگی میں غور کریں تو ایک سیدھی سادھی اور دیکھی جانی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی مشین کو بناتا ہے اور کسی شے کو ایجاد کرتا ہے، وہی اس کی ضروریات سے آگاہ بھی ہوتا ہے اور اس کے لیے مناسب اور غیر مناسب اور درست ونادرست طریقۂ استعمال کے فیصلے بھی کرسکتا ہے، صانع ہی بتاسکتا ہے کہ اس کی صنعت کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ اور موجد ہی راہ نمائی کرسکتا ہے کہ اس کی ایجاد کس طور کام میں لائی جائے؟ اس لیے جب اللہ تعالیٰ انسان کے خالق اور رب ہیں، اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اسی کے اشارہ وحکم سے ہم اس کائنات میں زندہ ہیں، تو ضروری ہے کہ وہی ہمیں زندگی کے طور وطریق بھی سمجھائے اور اسی کا دیا ہوا نظام حیات ہمارے لیے مفید ہوسکتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَ الأَمْر﴾ (اعراف: 54) کہ اللہ ہی انسان کا خالق ہے اور اسی کے اوامر واحکام انسان کے لیے واجب الطاعت ہیں، ایک اور موقعہ پر ارشاد ہوا کہ حکم اور فیصلہ کا حق صرف اللہ ہی کو ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلَّهِ﴾ (انعام: 57)

دنیا میں بھی آپ جب کسی کمپنی سے کوئی بڑی مشین حاصل کرتے ہیں تو وہ ایک طرف اس مشین کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ورسالہ آپ کے حوالہ کرتی ہے اور ساتھ ساتھ اپنے ایک انجینئر کو بھی آپ کی مدد کے لیے بھیجتی ہے کہ کتاب میں جو نظریہ اور تھیوری بیان کی گئی ہے یہ انجینئر اور ماہر کاریگر اس کو عملی طور پر برت کر دکھائے اور محسوس طریقہ پر سمجھائے، کسی

تمثیل کے بغیر یہی صورت آسمانی کتاب اور انبیاء کی ہے، اللہ کی کتابیں نظام حیات کی راہ نمائی کرتی ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں اپنی صلاحیتیں کس طرح استعمال کرنی چاہئیں۔ یہ کتابیں دستور ہیں اور پیغمبر کی زندگی اس کی عملی تصویر ہے، گویا پیغمبر کتاب الٰہی کی شرح اور اس کا بیان ہوتا ہے، ایک ایک حرف جو اس کی زبان سے نکلے، ایک ایک عمل جو اس کے اعضاء وجوارح سے صادر ہو اور ایک ایک اختیاری کیفیت جو اس پر طاری ہو، منشاء ربانی کا عملی اظہار اور انسانیت کے لیے اسوۂ ونمونہ ہے، اسی لیے فرمایا گیا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء:80)

گویا نبوت محض قلب وذہن کی تسلی کا سامان اور آخرت کی فلاح ونجات ہی کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ سب سے بڑی انسانی ضرورت ہے، جیسے وہ اپنے پیٹ کے لیے غذا کا، تن ڈھکنے کے لیے لباس وپوشاک کا، علاج کے لیے دوا کا اور اپنی مدافعت اور حفاظت کے لیے اسلحہ اور ہتھیار کا محتاج ہے، اس سے بڑھ کر وہ انبیاء اور انبیاء کی تعلیمات کا محتاج ہے، کیوں کہ انبیاء کی تعلیمات اس کے پورے وجود کے لیے غذا ہیں، وہ ذہن ودماغ کو بتاتی ہیں کہ انہیں کیا سوچنا چاہیے؟ وہ آنکھوں کی راہ نمائی کرتی ہیں کہ انہیں کیا دیکھنا اور کیا نہ دیکھنا چاہیے؟ وہ زبان کو ہدایت دیتی ہیں کہ اللہ کی اس عظیم نعمت کا استعمال کن مقاصد کے لیے کیا جائے اور کن مفاسد سے بچا جائے؟ وہ ہاتھوں سے کہتی ہیں کہ یہ ظلم اور ظالموں کے خلاف اُٹھے، نہ کہ مظلوموں اور کم زوروں کے خلاف، وہ پاؤں کو بتاتی ہیں کہ اسے نیکی اور حق کی راہ میں چلنا چاہیے، نہ کہ باطل اور برائی کے راستہ میں اور اس کی چال تواضع وانکسار اور عجز وفروتنی کی ہونی چاہیے، نہ کہ کبر وافتخار اور غرور واستکبار کی۔

انسان خلوت میں ہو یا جلوت میں، بزرگوں کے ساتھ ہو یا عزیزوں کے ساتھ، محفل طرب میں ہو یا کارزار حرب میں، دشمنوں کا سامنا ہو یا دوستوں کا، عدالت کی کرسی پر ہو یا ملزم کے کٹہرے میں، تخت اقتدار پر ہو یا کسی کے اقتدار کے تحت، استاذ ہو یا طالب علم، آقا ہو یا غلام، تجارت وکاروبار میں ہو یا اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز میں، رنج والم کی شام ہو یا مسرت وشادمانی کی صبح، فتح سے ہم کنار ہو یا شکست سے دوچار، وہ اولاد ہو یا ماں باپ، شوہر وبیوی ہو یا بھائی بہن ہو، مریض ہو یا معالج ہو، تیماردار ہو یا خود تیمارداری کا محتاج، سرمایہ دار اور آجر ہو یا مزدور واجیر، قرض دہندہ ہو یا مقروض اور دولت مند ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، سفر میں ہو یا حضر میں، عالم ہو یا جاہل، خدا کی توفیق سے نیک عمل اس نے کیے ہوں یا اس کا دامن عمل گناہ سے آلودہ ہو، غرض ہر موقعہ پر اور ہر حالت اور کیفیت میں اسے انبیاء کی پاکیزہ تعلیمات اور روشن ہدایات مطلوب ہیں؛ اس لیے یقیناً انسانیت پر اس کے خالق کا سب سے بڑا احسان انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا نظام ہے، جو انسان اس سے محروم ہو وہ ایک کھاتا پیتا، سوتا جاگتا اور ہنستا بولتا ترقی یافتہ حیوان تو ہوسکتا ہے، لیکن حقیقی اور اپنی حقیقت سے آشنا انسان نہیں ہوسکتا!

نزولِ مصائب اور رفعِ مصائب

مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

مصائب وآلام اور تکالیف وحوادث انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں، اس فانی دنیا میں عمرِ عزیز کی چند ساعتیں عیش کی گھنی چھاؤں میں بڑے سکون سے گذرتی ہیں اور کچھ گھڑیاں رنج کی جھلساتی ہوئی دھوپ میں کٹ جاتی ہیں، حیاتِ مستعار کے آنگن میں کبھی مسرتیں ڈیرے ڈال کر لمحات کو خوشگوار بنادیتی ہیں تو کبھی غم واندوہ کے جھکڑ خوشیوں کے آشیانے کو تنکا تنکا کردیتے ہیں، رنج والم سے عبارت یہ زندگی کی ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی، اپنے دامن میں زمانے کی تلخ وشیریں یادیں لیے ہوئے آخر موت کے ساحل پر لنگرانداز ہوجاتی ہے۔

یہ سفرِ حیات اتنا کٹھن کیوں ہے؟ مصیبتیں کیوں انسان کو گھیر لیتی ہیں؟ خدا تو اپنے بندے سے ماؤں سے ہزاروں گنا بڑھ کر پیار کرتا ہے پھر انھیں آزمائش کی چکی میں کیوں پیستا ہے؟ اس سوال کا جواب پانے کے لیے بنیادی طور پر یہ ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جابجا اپنی صفت حکیم ذکر فرمائی ہے اور حکیم ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا آفات وبلیات کے نازل ہونے میں بھی اس کے حکیمانہ فیصلے اور دانشمندانہ امر کو دخل ہوتا ہے۔ اب وہ کون سے اسباب ووجوہات اور کیا مصلحتیں ہیں جن کی وجہ سے بلائیں اترتی ہیں؟ تو قرآن وسنت کے علوم کی روشنی میں اہلِ علم نے پانچ وجوہات کا تعین کیا ہے۔

نزولِ مصائب کی پہلی وجہ مومن بندے کی آزمائش ہوتی ہے، اللہ کی ذات علام الغیوب ہے لیکن اہلِ دنیا پر واضح کرنے کے لیے کہ میرا بندہ مصیبت آنے پر صبر کرتا ہے یا بےصبری کا مظاہرہ کرتا ہے، مختلف طریقوں سے آزماتا رہتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ”وَلَنَبۡلُوَنَّکُم بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡأَمۡوَالِ وَالۡأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (البقرۃ: ۱۵۵)“ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے دوچار کرکے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں نقصان کرکے ضرور آزمائیں گے“۔

آفات کے نازل ہونے کا دوسرا سبب مسلمان کے گناہوں کا کفارہ ہے، اللہ تعالی مصیبت میں مبتلا فرما کر گناہوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور آخرت کی سزا سے بچا لیتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مَا یُصِیبُ المسلمُ من نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ حتی الشوکۃِ یُشَاکُھَا إلا کَفَّرَ اللهُ بھا مِنۡ خَطایاہُ“۔ (مومن کو جو بھی دکھ اور جو بھی بیماری اور جو بھی پریشانی اور جو بھی اذیت پہنچتی ہے یہاں تک کہ اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کی صفائی کردیتا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں: ”حَطَّ عنه من سَيِّاتِهِ كماتُحَطُّ الشجرةُ وَرَقَها“ (اللہ تعالی (اس مصیبت کی وجہ سے) اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے خزاں رسیدہ درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے)۔

حوادث و آلام پیش آنے کی تیسری علت نیک اور متقی لوگوں کے درجات کو بلند کرنا ہے، انبیاء، اولیاء اور سلفِ صالحین کی سوانح پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں بڑے کٹھن حالات اور دشوار گذار مراحل آئے۔ سننِ ترمذی میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ”أيُّ الناسِ أشَدُّ بَلَاءً؟“ (سب سے سخت تکلیفیں کن لوگو پر آئیں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الانبياء ثم الامثل فالامثل“ (سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئیں، پھر وہ جوان کے طریقے کے زیادہ قریب ہیں اور پھر وہ جوان کے طریقے کے زیادہ قریب ہیں)۔ ان جلیل القدر شخصیات کے اللہ تعالی کے مقرب و محبوب ہونے کے باوجود ان پر تکالیف اس لیے آئیں تاکہ اللہ تعالی انھیں اپنے ہاں مزید بلندی درجات سے نوازے۔

مسندِ احمد میں محمد بن خالد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إنَّ العبدَ إذا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ منزلةً لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ إبْتَلاهُ اللهُ في جسدِهِ أوْ فِي مَالِهِ أوْ فِي وَلدِهِ ثم صَبَرَهُ عَلى ذَلِكَ حَتى يُبْلِغَهُ المنزلةَ التي سَبَقَتْ له مِنَ اللهِ“ (کسی مومن بندے کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہو جاتا ہے جس تک وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالی اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اس کو صبر کی توفیق دیتا ہے؛ یہاں تک کہ بندہ (ان مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس بلند درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو اس کے لیے پہلے سے طے ہو چکا تھا)۔

ناموافق حالات کے درپیش ہونے کی چوتھی وجہ غافل انسان کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے، اللہ تعالی بندے سے غفلت کی چادر کو اتارنے اور اسے اپنی بندی اور اطاعت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس پر مصائب اتارتے ہیں، فرمانِ خداوندی ہے: ”وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ“ (احزاب: ۴۲) ”اور ہم ان (نافرمانوں) کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب چکھاتے ہیں تاکہ وہ باز آجائیں“۔ زندگی کی الجھنوں، مشقتوں اور مصیبتوں کا آخری اور عمومی سبب انسان کی بدعملی، فسق و فجور، خدا کی حکم عدولی اور شریعت کے احکام سے روگردانی ہے۔ اللہ تعالی جب گناہوں کی وجہ سے اپنے بندے پر ناراض ہوتا ہے تو اس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے اور اس کی زندگی سے راحت و سکون ختم کر دیتا ہے جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مسرت و شادمانی کے تمام اسباب و وسائل کے ہوتے ہوئے بھی دل بے چین رہتا ہے۔

خلاقِ عالم نے اپنے مقدس کلام میں بارہا اس حقیقت کو آشکار کیا ہے؛ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ”وَمَآ أَصَابَكُم

مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" (شوری:۳۰) "اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ ان اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائے ہیں"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ" (طہ:۱۲۴) "اور جس شخص نے میری یاد سے منہ موڑا تو بلا شبہ اس کی زندگی تنگ ہوجاتی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے"۔ قرآنِ کریم میں گذشتہ ہلاک شدہ اقوام وامم کا متعدد مقامات پر تذکرہ ہے اس کا سبب بھی ان کی سرکشی، نافرمانی اور اور وقت کے نبی کی تعلیمات سے انحراف کو بیان کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں مختلف گناہوں کو مختلف مصیبتوں کے نازل ہونے کا سبب بتایا ہے۔ سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اے مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم ان کا ارتکاب کرو (۱) جب کسی قوم میں اعلانیہ بے حیائی ہوگی تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں جنم لیں گی جو انھوں نے اور ان کے آباء و اجداد نے بھی نہیں سنی ہوں گی۔ (۲) جو قوم زکوۃ ادا نہیں کرے گی وہ بارش سے محروم ہوجائے گی اور اگر جانور نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند نہ برستی (۳) جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی وہ قحط سالی، رزق کی تنگی اور بادشاہوں کے ظلم میں گرفتار ہوجائے گی (۴) جب امراء، اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلے کریں گے تو دشمن ان پر مسلط ہوجائے گا جو ان کی چیزیں ان سے چھین لے گا (۵) جب لوگ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو چھوڑ بیٹھیں گے تو باہمی خانہ جنگی میں پڑ جائیں گے۔

مسائل کے حل اور مصائب کو رفع کرنے کے سلسلہ میں شریعت نے چار اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے جو غم کو ہلکا کرنے اور دل کی تسلی میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ غم کی خبر سنتے ہی استرجاع یعنی "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھے، جس کی حقیقت اللہ تعالی کے اس فیصلے کو برضاء ورغبت قبول کرنے کا اعلان ہے۔ دوسرا کام اپنے آپ پر ضبط کرنا اور خدا تعالی کے بارے میں کسی بھی فاسد خیال یا زبان سے کسی نامناسب جملہ کے ادا کرنے سے بچنا ہے، اس کو صبر کہا جاتا ہے۔ تیسرے نمبر پر مبتلاء بہ شخص کے کرنے کا کام یہ ہے کہ صلوۃ الحاجت ادا کر کے تمام آداب کی رعایت رکھتے ہوئے خوب عاجزی اور انکساری سے دعا مانگے۔ آخری ہدایت یہ ہے کہ حسبِ استطاعت صدقہ ادا کرنے کا اہتمام کرے اور اگر فی الوقت دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو بعد کے لیے نذر مان لے۔ اس سب کے بعد بھی اگر مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آئے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس کا اجر آخرت کے لیے ذخیرہ کرلیا ہے یا چھوٹی مصیبت دے کر بڑی مصیبت سے بچالیا ہے۔

ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يَوَدُّ أَهْلُ العافيةِ يومَ القيامةِ حينَ يُعْطىٰ أَهْلُ البلاءِ الثوابَ لو أنَّ جلودَهم كانت قُرِضَتْ في الدنيا بالمقاريض" (جب اہلِ بلاء کو قیامت کے دن بدلہ دیا جائے گا تو تو اہلِ عافیت یہ خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کی کھالوں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا"۔

فتنوں کے زمانہ میں ایمان کی اہمیت اور اُس کی حفاظت کے طریقے

مولانا حفظ الرحمٰن دہلوی

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں اَن گنت نعمتیں ہیں، ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان میری نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ان کی حفاظت کرے اور ان نعمتوں کے تقاضوں کو صحیح طریقوں سے پورا کرتے ہوئے اس کا اظہار کرے۔ ایمان کا شکر یہ ہے کہ ایک مسلمان اس کی حفاظت کرے اور اسے اپنے ساتھ قبر تک لے جائے، گویا اپنے اور دوسروں کے ایمان کی حفاظت کرنا یہ اہم ترین فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے قرآن کریم میں ایمان والوں کو حکم دیا ہے: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' (آل عمران: ۱۰۲) ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، جیسا ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔'' اور ایمان کا اظہار یہ ہے کہ ایمانی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے، ایمانی صفات کے ساتھ زندگی گزارنے پر انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی کی فلاح اور کامیابی کا دارومدار ہے اور جو دنیا میں نافرمانی والی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی زندگی تنگ کر دیتا ہے اور آخرت میں بھی سخت پکڑ کا سامنا ہوگا۔

کافروں کے بارے میں آتا ہے کہ کافر جب آخرت میں اللہ کے عذاب میں گھرے ہوں گے اور مسلمانوں کو جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا دیکھ کر بار بار یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ کاش! ہم بھی دنیا میں ایمان لے آتے، بلکہ یہ آرزو تو موت کے وقت سے ہی شروع ہو جائے گی، جب فرشتہ جان نکالنے کے لیے کھڑا ہوگا اور موت کے بعد کے حقائق آنکھوں کے سامنے آجائیں گے، اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش! ہم بھی ایمان والوں میں ہوتے اور آج موت کے بعد جس عذاب میں ہم مبتلا ہیں، اس سے محفوظ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کافروں کی اس آرزو کو اس طرح بیان کیا ہے: ''رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ'' (الحجر: ۲) ترجمہ: ''کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (دنیا میں) مسلمان ہوتے۔'' اس آیت کے فوائد کے ضمن میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کافروں کی اس آرزو کے مواقع ذکر کیے ہیں: 1- دنیا و آخرت کا ہر وہ موقع جس میں کافروں کو نامرادی اور مسلمانوں کو کامیابی پیش آئے گی، کفار رو رو کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمتِ اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت کریں گے۔ 2- موت کے وقت جب عالم الغیب کا مشاہدہ ہوگا۔ 3- جب بہت سے مسلمان اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں ہوں گے اور ایمان کی وجہ سے

رحمتِ خداوندی کی بدولت جہنم سے چھٹکارہ حاصل کرکے جنت میں چلے جائیں گے۔

دنیا میں انسان اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ کچھ مال دے کر اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرے، لیکن آخرت میں عذاب سے نجات کے لیے ایمان ضروری ہے، اس کے بغیر نہیں بچا جاسکتا، نہ کسی قسم کی رشوت چلے گی، بلکہ اگر فرض کریں وہاں کسی کے پاس مال ہو اور وہ درخواست کرے کہ میرے سے مال لے کر مجھے چھوڑ دیا جائے، تب بھی جان نہیں چھوٹے گی۔

ویسے تو ہر زمانے میں ایمان کی حفاظت ضروری رہی ہے، لیکن دورِ جدید میں جہاں ہر طرف مادیت کا ایک سیلاب ہے، ہر طرف سے فتنوں کی یلغار ہے، گویا ہر دن کوئی نہ کوئی فتنہ جنم لے رہا ہے، اس دور میں نیکی کرنا مشکل ہے تو نیکی کی حفاظت اس سے زیادہ مشکل ہے، گویا قربِ قیامت ہے کہ انسان کی دلی کیفیت رات دن کے تغیر کے ساتھ تبدیل ہو رہی ہے، مادی دنیا کی حصول کی خاطر اپنے ایمان کو ختم کر رہا ہے، اس کو حدیث شریف میں یوں تعبیر کیا ہے:

”بادروا بالأعمال فِتنًا كَقِطَعِ الليْلِ المظلم، يُصبحُ الرجلُ مؤمِناً ويُمْسِي كافِراً، ويُمسِي مُؤمِناً ويُصبُحُ كافِراً، يَبيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ من الدُّنْيا۔“ (سنن الترمذي: ۴/ ۴۸۷) ترجمہ: ”اعمالِ صالحہ میں جلدی کرو، قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اُٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا، اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اُٹھے گا، نیز اپنے دین کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ دے گا۔“

گویا آج کے اس پرفتن دور میں انسان اپنی سب سے قیمتی متاع جس پر آخرت کی کامیابی وفلاح موقوف ہے، دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر ضائع کر رہا ہے۔ وہ دنیا جس کی ہر راحت و آسائش اور ہر تکلیف و مشقت کو فنا ہے اور موت کے وقت دنیا کی ہر چیز انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، دنیا کی نعمتوں کی آخرت کی بیش بہا نعمتوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے: ”بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى“ (الاعلیٰ: ۱۷، ۱۶) ترجمہ: ”تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے) بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے۔“

آج جن فتنوں کا سامنا ہے، ان میں بہت سے تو دین کے نام پر اور اسلامی عنوانات اور شرعی اصطلاحات استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، کوئی جدیدیت کے نام پر عقائد کو کھوکھلا اور اعمال کو بے وزن کر رہا ہے، کوئی اکابر و اسلاف سے بیزاری پیدا کر رہا ہے، کوئی قرآنی آیات کی من مانی تشریح کر کے لوگوں کے لیے گمراہی کے اسباب تیار کر رہا ہے، کوئی احادیث کے متفقہ مفاہیم کو بگاڑ کر یہ باور کرا رہا ہے کہ اکابرینِ اُمت نے قرآن وحدیث کی صحیح تفسیر و تشریح نہیں کی اور خود ساختہ مفہوم نکال کر قرآن وحدیث کی تصریحات کی مخالفت کر رہا ہے، کوئی نزولِ مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہا ہے، کوئی مہدویت کا دعوے دار بن کر اُمت کو گمراہ کر رہا ہے، غرض ہر طرف سے فتنہ پرور لوگ مسلمانوں کا ایمان خراب کر رہے ہیں اور ایمان کا سودہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ اُمت جتنا دورِ نبوی سے دور ہو رہی ہے، اتنا ہی فتنوں کے قریب ہو رہی ہے۔

فتنوں کا ایک سیلاب ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا، ہر ایک کسی نہ کسی شکل میں ان فتنوں کا شکار ہو رہا ہے۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ (الْمَطَرِ)۔'' (صحيح البخاري-نسخة طوق النجاة، ص: ۱۰۲) ترجمہ: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے، جیسے بارش برستی ہے۔''

فتنہ کسے کہتے ہیں؟ ہر طرح کی آزمائش کو فتنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، مال و دولت کو بھی فتنہ کہا گیا ہے: ''وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ''۔ ''اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔'' گویا ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے رب سے غافل کر دے فتنہ ہے۔ شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ کی تعریف یہ کی ہے کہ: ''باطل کو حق کی شکل میں کیا جائے، یہاں تک کہ عام آدمی کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو جائے۔'' (تحفۂ قادیانیت جلد: ۶، ص: ۳۱۰)

فتنے مختلف ہیں، اس میں سے ایک انسان کا اندرونی فتنہ ہے، جس کی وجہ سے دل میں خرابی کا ہونا اور عبادت میں حلاوت کا نہ ہونا، اسی طرح کچھ خارجی فتنے ہیں، مثلاً گھر میں، اولاد میں، معاشرے میں فتنوں کا پیدا ہو جانا۔ فتنوں کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، جن کا ذکر محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصائر وعبر میں ایک جگہ کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: 1- عملی فتنے: عملی فتنے یعنی گناہوں کی مختلف قسموں کا امت میں عام ہو جانا، جیسے: بے حیائی، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ، جتنی ان برائیوں میں کثرت ہوگی، اتنا ہی نیکیوں میں کمی واقع ہوگی اور ان برائیوں کے اثرات سارے ہی اعمالِ صالحہ پر پڑیں گے۔ 2- علمی فتنے: علمی فتنے جو علوم وفنون کے راستے سے آتے ہیں اور ان کا اثر براہِ راست عقائد پر پڑتا ہے، ان فتنوں کے ذریعہ الحاد وتحریف اور تشکیک کو عام کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک مسلمان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔'' ہر چیز کی حفاظت کے لیے کچھ تدبیریں ہوتی ہیں، جس کے ذریعہ اس چیز کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لیے کچھ تدبیریں ہیں، جس کے ذریعے ہم اپنے ایمان کو بچا سکتے ہیں:

1- انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ: انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں بعثت کا مقصد ہی ایمان کی دعوت ہوتا ہے اور جس قدر آزمائش اس ایمان کی وجہ سے اُن پر آتی ہے، کسی اور پر نہیں آتی، اسی لیے انہیں ایمان کی سب سے زیادہ فکر ہوتی ہے، حالانکہ ان کا ایمان پر خاتمہ یقینی ہوتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے ہیں، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی، جس کا ذکر سورۂ یوسف میں ہے: ''فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ'' (یوسف: ۱۰۱) ترجمہ: ''اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لیجیے۔''

جس چیز کی اہمیت جس قدر زیادہ ہوتی ہے، اس کی تاکید اسی حساب سے کی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ایمان کی فکر ہر چیز سے زیادہ تھی، اس لیے اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کرتے تھے کہ ایمان پر جمے رہنا اور اسی پر مرنا جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی تھی: ”وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ (بقرہ:۲:۱۳۲) ترجمہ: ”اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب (علیہ السلام) بھی، میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے، سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔“

2-اہلِ حق علماء اور صلحاء کی صحبت اور ان کی مجالس میں شرکت: ایمان کی حفاظت اور اعمالِ صالحہ کی پابندی اور اخلاق کی درستگی کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، کیونکہ انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے خیالات و حالات سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کا اثر قبول کرتا ہے، اسی وجہ سے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی دینِ اسلام میں بہت تاکید آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ایمان والوں کو اس بات کا حکم دیا کہ سچوں کی صحبت اختیار کرو: ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ“ (التوبۃ:۱۱۹) ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔“

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان ان کے احترام اور حیاء کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچا رہتا ہے، بلکہ اہل اللہ کی صحبت، حفاظتِ ایمان کا بھی ذریعہ ہے، اس حوالے سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صحبتِ اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا، خواہ گناہ اور فسق و فجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں آئیں، لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے، مردودیت کی نوبت نہیں آتی، برخلاف اس کے ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی مردودیت سے محفوظ رہے۔“ (حسن العزیز بحوالہ فضائل ایمان)

عوام کے ساتھ اہلِ علم کے لیے بھی اہلِ حق علماء کی صحبت ضروری ہے، ان کی صحبت کے بغیر اہلِ علم کے اندر علم کی گہرائی، عمل کی پختگی، خدا خوفی، فکرِ آخرت، اخلاقی بلندی اور شرعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا نہیں ہوتا، بلکہ فتنہ میں پڑنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ آج کل کے بہت سے نام نہاد مفکرین اور اسلامی سکالر جنہیں اعدائے اسلام اور گمراہ لوگوں کی شاگردی میں رہنا نصیب ہوا، جس کے نتیجہ میں وہ ان کی زبان بولتے ہیں، اور ان کے ذہن سے سوچتے ہیں، اور کے اندر اعدائے اسلام کی محبت بسی ہوئی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے اندر سے قبولِ حق کی توفیق سلب ہوگئی ہے، ان کا وجود امت کے لیے سراپا فتنہ بنا ہوا ہے۔

3-اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت و فرمانبرداری اور برائیوں سے بچنا ایمان کی حفاظت

کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی کامل پیروی کی جائے اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو بچایا جائے، کیوں کہ نیکی اور برائی کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور دل کی خرابی کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث آتا ہے: ''اَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔'' (صحیح بخاری) ترجمہ: ''خبردار! بلاشبہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ ٹکڑا صالح رہتا ہے تو تمام بدن میں صالحیت رہتی ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہوتا ہے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جاتا ہے، خبردار! اور وہ ٹکڑا دل ہے۔'' جتنی نیک اعمال کی کثرت ہوگی ایمان میں اسی قدر مضبوطی ہوگی اور برائیاں جتنی زیادہ ہوں گی ایمان میں اسی حساب سے کمزوری ہوگی۔ آج ہم لوگ اچھی باتیں پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، لیکن ہمارے دلوں پر ان کا اثر نہیں ہوتا، اس کی اصل وجہ گناہوں کی کثرت ہے۔

4- تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار اور دعاؤں کا اہتمام: ایمان کی بقا اور فتنوں سے حفاظت کے لیے روزانہ قرآن کریم کی اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے روز سورۃ الکہف کی تلاوت کا معمول اور صبح شام کے مسنون اذکار، موقع محل کی دعائیں اور ان دعاؤں کے مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے، جس میں ایمان و یقین کی حفاظت اور کفر و ارتداد اور فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے، یہاں کچھ دعائیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱- ''اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ إِيْمَانًا صَادِقًا وَيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ''۔ (اے اللہ! مجھے ایسا سچا ایمان اور یقین عطا فرمایئے جس کے بعد کفر (وارتداد) نہ ہو!)

۲- ''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ''۔ (اے اللہ! میں کفر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔)

۳- ''يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ''۔ (اے دلوں کو اُلٹنے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمادیجیے۔)

۴- ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ''

(اے رب! نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی ہے سب کچھ دینے والا۔)

۵- ''اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا، وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ.'' (اے اللہ! حق بات کی طرف ہماری رہنمائی فرما اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔)

5- فضائل و عقائد اور فتنوں کے متعلق کتابوں کا مطالعہ اور ان کی تعلیم: دین اسلام میں عقائد کی بڑی اہمیت ہے اور آخرت کی نجات عقیدہ کی درستگی پر موقوف ہے، اس اہمیت کی وجہ سے نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ ابتدا سے ہی بچہ کو عقیدۂ توحید ورسالت کی تلقین ہو جائے اور جب بچہ بولنا شروع کرے تو پہلی بات جو اُسے سکھائی جائے وہ عقیدۂ توحید پر مشتمل کلمہ ہو، جیسا کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق

یہ تعلیمات دی ہیں کہ: ''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ'' سکھاؤ''، جب اس کے اندر کچھ سمجھ بوجھ پیدا ہو تو اس کلمہ کا مطلب اور معنی سکھایا جائے، یہ کلمہ اسلام کے تمام عقائد کو شامل ہے، گویا جو شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے، اس کے لیے ہر اس بات پر دل وجان سے ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول نے بتلائی ہیں۔

آج کل بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو دینی تعلیم اور اسلامی عقائد نہیں سکھاتے، بلکہ خود بھی ان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات اسلامی عقائد کا انکار کر کے اسلام کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں، اس لیے عقائد پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ اور تعلیم ضروری ہے کہ اس سے عقائد کی درستگی رہتی ہے۔

فضائل کی کتابوں کی تعلیم ومطالعہ سے اچھے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور نہ کرنے پر وعیدیں سامنے آتی ہیں، برے اعمال کا انجام، دنیا کی حقیقت، موت کے بعد کے مراحل، قبر اور آخرت، جنت، جہنم کے احوال سامنے آتے ہیں، جس کی وجہ سے نیک اعمال کرنے کا شوق اور برے اعمال سے بچنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

فتنوں کے متعلق احادیث میں ''کتاب الفتن'' ایک مستقل عنوان ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں سے متعلق اپنی امت کی رہنمائی کی ہے اور ان سے بچنے کے بارے میں ہدایات دی ہیں کہ ان سے کیسے بچا جائے؟ ان کے مطالعہ سے فتنوں سے آگاہی حاصل ہوتی اور اس سے بچنے کے لیے جو تدابیر بتلائی گئی ہیں وہ بھی سامنے آجاتی ہیں، اس حوالے سے دو کتابوں کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا: ۱- دورِ حاضر کے فتنے اور اُن کا علاج (محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ)۔ ۲- حدیثِ نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ)۔ اس کے ساتھ آج کل جو گمراہ فرقے مسلمانوں کا ایمان خراب کررہے ہیں، اِلحاد اور تشکیک پیدا کررہے، ان کے بارے میں علماء نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھروں میں اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ اور تعلیم سے ایمان کی پختگی اور فتنوں سے حفاظت اور دین کی سمجھ اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

6- ایمان کی حفاظت اور فتنوں سے بچنے کے متعلق بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کیا جائے یہاں ایک نصیحت ذکر کی جاتی ہے زمانہ فتن کے متعلق، جسے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو شیخ محمد زاہد کوثریؒ نے کی تھی، جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے: ''وإني أرجو كم مراعاة قول جدكم: كُنْ في الفتنةِ كابنِ اللّبون؛ لا ضرعٌ فيُحلَب، ولا ظهرٌ فيُركَب۔'' (رسائل الإمام محمد زاهد الكوثري، إلى العلامة محمد يوسف البنوري) ''مجھے اُمید ہے کہ آپ اپنے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے اس فرمان کو ملحوظ رکھیں گے: ''فتنے (کے زمانے) میں اس دوسالہ اونٹ کی مانند ہو جاؤ جو دودھ دے سکے نہ سواری کے قابل ہو''، یعنی ان فتنوں سے بچنے کی اس حد تک کوشش کیجیے کہ فتنہ پرور لوگ آپ کو کسی طرح استعمال نہ کرسکیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر طرح کے فتنوں سے بچائے، آمین یارب العالمین بجاہِ سید المرسلین!

جمعہ کے دن عصر کے بعد پڑھا جانے والا
درود شریف (ثبوت و تحقیق)

مولانا عبداللہ گل احمد دیوان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صلاۃ وسلام پیش کرنا افضل ترین عبادت اور دربارِ خداوندی میں قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔ صلاۃ وسلام کے مختلف طریقے وصیغے ہیں جن کا احادیثِ مبارکہ میں ذکر ملتا ہے، اس پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔
درج ذیل درود شریف اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام کے معمول میں ہے، جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے ''فضائل درود شریف'' میں نقل کیا ہے اور اکثر اسی کتاب کے حوالے سے اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

''من صلّی صلاۃَ العصر من یوم الجمعۃ فقال قبل أن یقوم من مکانہ: ''أللّٰھم صل علی محمد النبی الأمی وعلٰی آلہٖ وسلم تسلیمًا'' ثمانین مرۃً، غفرت لہٗ ذنوبُ ثمانین عامًا، وکتبت لہٗ عبادۃُ ثمانین سنۃً۔'' (القول البدیع، ص: ۳۹۹، ط: دار الیسر) ''جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد اپنی جگہ سے کھڑا ہونے سے پہلے یہ درود شریف اَسّی (۸۰) مرتبہ پڑھے: ''أللّٰھم صل علی محمد النبی الأمی وعلٰی آلہٖ وسلم تسلیما۔'' اس کے اَسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اَسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔''

ذیل میں اس حدیث کی علمی وفنی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ ہماری زیرِ بحث حدیث میں جمعہ کے دن عصر کے بعد خاص درود شریف پڑھنے پر ۸۰/سال کے گناہ کی معافی اور ۸۰/سال کی عبادت کی بشارت ہے۔
ذخیرۂ احادیث میں اس قسم کی دو موقوف روایات ملتی ہیں: پہلی روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ دوسری روایت حضرت سہل بن عبداللہؓ کی ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں: ''عن سھل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: من قال فی یوم الجمعۃ بعد العصر: ''أللّٰھم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلی أٰلہ وسلم'' ثمانین مرۃً، غفرت لہٗ ذنوبُ ثمانین عاما''۔

ان دو روایات میں تین فرق ہیں: ۱......پہلی روایت میں ''قبل أن یقوم من مکانہٖ'' کے الفاظ ہیں، جب کہ دوسری اس سے خالی ہے۔ ۲......اسی طرح پہلی میں ''وسلم تسلیما'' ہے، جب کہ دوسری روایت میں ''تسلیما'' کا لفظ نہیں ہے۔ ۳......پہلی میں ''کتبت لہٗ عبادۃُ ثمانین سنۃً'' کے الفاظ بھی ہیں، جبکہ دوسری میں صرف ''غفرت لہٗ ذنوبُ ثمانین عامًا'' کے الفاظ آئے ہیں۔

بہر حال ہر دو حدیث کا مضمون دوسرے کی تائید کرتا ہے۔ ذیل میں ان کی تخریج پیش کی جاتی ہے:
۱......حضرت سہل بن عبداللہؓ والی روایت کو محدثِ اندلس حافظ ابن بشکوال (المتوفی ۵۷۸ھ) نے اپنی

کتاب ''القربة إلی رب العالمین بالصلاة علی محمد سید المرسلین'' صفحہ: ۱۱۴ میں ذکر کیا ہے، جبکہ حضرت ابوہریرۃؓ والی روایت مذکورہ کتاب میں نہیں ملی، ملاحظہ ہو:

''قال شیخنا أبو القاسم: و روینا عن سهل بن عبدالله ﷺ قال: من قال فی یوم الجمعة بعد العصر: ''أللّٰهم صل علٰی محمد النبی الأمی و علٰی أٰله و سلم'' ثمانین مرةً، غفرت له ذنوب ثمانین عاما۔''

حافظ ابن بشکوالؒ نے چونکہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی، اس بنا پر کسی بھی محدث یا مخرج نے اس پر صحت، حسن یا ضعف کا حکم نہیں لگایا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کسی محدث نے اُسے موضوع بھی نہیں کہا۔ موقوفاً یہ روایت اسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ لیکن درج ذیل سطروں میں جس طرح حافظ ابن بشکوالؒ کے استاد شیخ ابوالقاسم احمد بن بقیؒ (المتوفی ۵۳۲ھ) سے امام مالکؒ تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا گیا، اس سے اس حدیث کی صحت خوب واضح ہے۔

سندِ حدیث ملاحظہ ہو: حافظ ابن بشکوالؒ نے اس حدیث کی سند میں ''شیخنا أبو القاسم'' کہنے پر اکتفاء کیا ہے، اس سے ان کی مراد کون ہے؟ چنانچہ ابن بشکوالؒ خود ہی اپنی تاریخ کی کتاب ''الصلة'' میں ان کا تذکرۂ خیر فرماتے ہیں: ''أحمد بن محمد بن أحمد بن مخلد بن عبد الرحمٰن بن أحمد بن بقی بن مخلد بن یزید من أهل قرطبة یکنی: أبا القاسم... و کان من بیئة علم و نباهة و فضل و صیانة، و کان ذاکرا للمسائل و النوازل، دربًا بالفتوٰی، بصیرًا بعقد الشروط و عللها، مقدما فی معرفتها۔ أخذ الناس عنه و اختلفت إلیه و أخذت عنه بعض ما عنده، و أجاز لی بخطه غیر مرة۔''(۱) ''موصوف کا تعلق انتہائی شریف، علمی اور پاکیزہ خاندان سے تھا۔ نت نئے مسائل کا خوب استحضار اور فتویٰ نویسی میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ شرائط اور عللِ حدیث میں بصیرت انتہاء کو تھی۔ لوگوں نے ان سے خوب علم حاصل کیا۔ میں نے بھی ان سے استفادہ کیا اور انہوں نے کئی مرتبہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے اجازت دی۔'' موصوفؒ کی ولادت ۴۴۶ھ کی اور وفات ۵۳۲ھ کی ہے''۔

شیخ ابو القاسم اپنے استاد، بقیۃ الشیوخ، محدثِ اندلس، فقیہ وقت ابوعبداللہ محمد بن الفرج قرطبی مالکی طلاعی (۴۰۴ھ-۴۹۷ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔ حافظ ذہبیؒ ان کے بارے میں رقم طراز ہیں: ''و کان شدیدًا علی أهل البدع، مجانبا لمن یخوض فی غیر الحدیث۔''(۲) ''بدعتیوں کے سخت خلاف تھے، حدیث کے علاوہ دوسری ابحاث میں نہیں پڑتے تھے۔''

ابوبکر محمد بن خیر اموی اشبیلی (۵۰۲ھ-۵۷۵ھ) اپنی کتاب جو ''فہرست ابن خیر'' کے نام سے مشہور ہے، میں موصوف کی کتاب الاحکام کی سند ذکر کرتے ہیں، جو اس بات کی شاہد ہے کہ شیخ ابو القاسم اپنے استاد ابوعبداللہ محمد بن الفرجؒ کے علوم کے حامل تھے، ملاحظہ ہو: ''کتاب أحکام رسول الله ﷺ تألیف الفقیه أبی عبد الله محمد بن فرج رحمهٗ الله، و کتاب الوثائق المختصرة من تألیفه أیضا، حدثنی بهما الشیخ الفقیه أبو القاسم أحمد بن محمد بن بقی رحمه الله قراءة منی علیه فی منزله، قال: حدثنی بهما أبو عبدالله محمد بن فرج مؤلفهما - رحمهٗ الله - قراءةً علیه۔''(۳)

اس کے بعد سند کا یہ سلسلہ کدھر جاتا ہے؟ چنانچہ فہرست ابن خیر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن الفرج روایت کرتے ہیں: ابوالولید یوسف بن عبداللہ بن المغیث (۳۳۸ھ-۴۲۹ھ) سے، جن کا تذکرہ حافظ ذہبیؒ نے ان الفاظ: ''الإمام الفقیہ، المحدث شیخ الأندلس، قاضی القضاۃ، بقیۃ الأعیان'' سے کیا ہے۔(۴)

اور یہ روایت کرتے ہیں مسند الاندلس ابوعیسیٰ یحییٰ بن عبداللہ اللیثی (التوفی ۳۶۷ھ) سے اور یہ اپنے والد کے چچا ابومروان عبیداللہ بن یحییٰ لیثی (التوفی ۲۹۸ھ) سے، جن کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ بقول حافظ ذہبیؒ کے: ''اندلس میں ان کے جنازے سے بڑا کوئی جنازہ نہیں ہوا، حتیٰ کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی ان کے جنازے میں شرکت کی۔''(۵)

اور یہ اپنے والد، راویِ موطا، فقیہ کبیر یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر المصمودی الاندلسی القرطبیؒ (التوفی ۲۹۸ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ أجمعین سے کرتے ہیں، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس سے آگے امام مالکؒ سے سند واضح ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ابن بشکوالؒ نے اس درود کو اگرچہ تعلیقاً ذکر کیا ہے، لیکن سند کا سلسلہ جو ذکر کیا گیا اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان تک جو حدیث پہنچتی رہی وہ اسی سلسلے کی مرہونِ منت ہے، جس میں وقت کے بڑے بڑے علماء ومحدثین شامل ہیں۔ شیخ ابوالقاسمؒ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اور آشکارا ہوجاتی ہے، لہٰذا اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہوتی تو اس قسم کا سلسلہ اس کو کیسے روایت کرتا؟

۲...... متاخرین علماء میں سے محقق العصر، حافظ عبدالرحمن سخاویؒ (التوفی ۹۰۲ھ) نے بھی ان دونوں روایات کو ''القول البدیع'' میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''وفی لفظ عند ابن بشکوال من حدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أیضا: من صلی صلاۃ العصر من یوم الجمعۃ فقال قبل أن یقوم من مکانہ: ''أللّٰہم صل علی محمد النبی الأمی وعلی آلہ وسلم تسلیما'' ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین عاما وکتبت لہ عبادۃُ ثمانین سنۃً۔ وعن سہل بن عبداللہ قال: من قال فی یوم الجمعۃ بعد العصر: ''أللّٰہم صل علی محمد النبی الأمی وعلی آلہ وسلم'' ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین عاما۔ أخرجہ ابن بشکوال۔ انتہی کلام السخاوی علیہ الرحمۃ۔''(۶)

موصوف اپنے وقت کے محدث، محقق اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (التوفی ۸۵۲ھ) کے شاگردوں میں ان کا کوئی سہیم وشریک نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ھو أمثل جماعتی'' یعنی وہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ سخاویؒ عللِ حدیث کے ماہر تھے۔ علمِ جرح وتعدیل کی ان پر انتہاء ہوگئی، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ذہبیؒ کے بعد کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو اُن کی راہ پر چلا ہو۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: محقق العصر استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب کی کتاب ''فوائد جامعہ، ص: ۵۰۸ اور عربی زبان میں ''الحافظ السخاوی علیہ الرحمۃ وجہودہٗ فی علوم الحدیث'' (بدر بن محمد بن محسن العماش، مجلدین، مکتبۃ الرشد، ریاض) قابلِ غور بات یہ ہے کہ علامہ سخاویؒ جیسے بلند پایہ عالم جنہوں نے معتبر وغیر معتبر روایات میں فرق اور فتاویٰ حدیثیہ کے بارے میں دو

کتابیں لکھیں: ''المقاصد الحسنة'' اور ''الأجوبة المرضية'' وہ کس طرح اپنی کتاب میں ایسی حدیث ذکر کر سکتے ہیں جو موضوع ہو اور اُسے ذکر کرنا تحقیق کے خلاف ہو۔ اس قسم کے محقق سے یہ بات بعید ہے۔

موصوف کی کتاب ''القول البديع'' کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قبولیت اور جامعیت سے نوازا ہے، چنانچہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹-۹۷۴ھ) ''الدر المنضود'' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں: ''فلا ترى منهم من أحاط ببعض كتب هذا المقصد الأسنى إلا الشاذ النادر، الذى خلصة الله من الحظوظ و العنا لاشتمالها على بعض البسط و زيادة التأصيل و التفريع، ككتاب الحافظ السخاوى رحمه الله المسمى ب''القول البديع''، هذا مع أنهٗ أحسنها جمعا، وأحكمها وضعا، و أحقها بالتقديم، و أولاها بالإحاطة، لما فيه من التحقيق و التقسيم۔'' (۷) یعنی یہ کتاب ترتیب اور وضع کے اعتبار سے سب سے عمدہ اور تحقیق اور ابحاث کی تقسیم کے اعتبار سے سب سے آگے ہے۔

حافظ مرتضیٰ زبیدی حنفیؒ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) ''شرح احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں: ''هو أحسن كتاب صنف فى الصلاة عليه، صلى الله عليه و سلم۔'' (۸) ''درود شریف کے باب میں یہ کتاب سب سے بہترین تصنیف ہے۔'' شیخ الشیوخ علامہ نبہانیؒ نے اپنی کتاب ''سعادة الدارين'' میں حافظ سخاویؒ کی کتاب کا یوں تعارف کرایا ہے: ''و أجمل هٰذه الكتب و أجمعها، و أفضلها فى علم هذا الفن و أنفعها: القول البديع۔'' (۹) ''اس فن کی تمام کتب میں سب سے عمدہ، جامع، افضل اور فائدہ مند کتاب ''القول البدیع'' ہے۔''

موصوف کے علمی کمالات و کارناموں پر ایک علمی مقالہ لکھا گیا جس پر مصنف کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ۱۴۱۹ھ میں دکتوراہ (پی-ایچ-ڈی) کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اسی طرح موصوف کی تصنیفات و تالیفات پر ایک کتاب بہ نام ''مؤلفات السخاوى رحمه الله'' لکھی گئی جو دار ابن حزم سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث کو موضوع کس نے قرار دیا؟ اب تک ایسی کتاب یا کسی محدث کی عبارت نظر سے نہیں گزری جس نے اسے موضوع قرار دیا ہو۔ بالفرض اگر کسی کے ذہن میں اس کے موضوع ہونے کا خیال آتا ہے تو شاید اس کے ذہن میں ہو کہ اتنے چھوٹے سے عمل پر اتنا بڑا ثواب کیسے مل سکتا ہے؟ جیسا کہ محدثین نے موضوع حدیث کے پہچاننے کے لیے اسے علامت کے طور پر لکھا ہے، ملاحظہ ہو: تدریب الراوی، (ص: ۲۴۰، ط: دار الحدیث)۔ چنانچہ شیخ محمد عوامہ-حفظہ اللہ- نے ''القول البدیع'' کے مقدمہ میں عارف باللہ ابن عطاء اللہ کا قول نقل کیا ہے:

''من فاته كثرة الصيام و القيام فعليه أن يشتغل نفسهٗ بالصلاة على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فإنك لو فعلتَ فى جميع عمرك كلَّ طاعة ثم صلى الله عليك صلاة واحدة، رجحت تلك الصلاة الواحدة على كل ما عملته فى عمرك كله من جميع الطاعات، لأنك تصلى على قدر وسعك و هو يصلى حسبَ ربوبيته۔'' ''جس شخص کے بہت سے (نفلی) نماز روزے قضا ہو گئے ہوں، اُسے چاہیے کہ درود شریف پڑھنے کو اپنا مشغلہ بنا لے، اس لیے کہ اگر تم ساری

زندگی نیکیاں کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ تم پر ایک دفعہ رحمت کی نگاہ ڈال دے تو بے شک یہ نگاہِ رحمت تمہاری عمر بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے، اس لیے کہ ایک تمہاری کوشش ہے اور ایک اس کی شانِ ربوبیت ہے۔''

ہم معنی روایت جمعہ کے دن مطلقاً اَسّی (۸۰) مرتبہ درود شریف پڑھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے، جس پر ۸۰/سال کے گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے، ملاحظہ ہو: ''عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الصلاة علیَّ نورٌ علی الصراط، و من صلّی علیَّ یوم الجمعة ثمانین مرةً غفرت له ذنوبُ ثمانین عامًا۔'' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر درود پاک پڑھنا پلِ صراط پر نور کا باعث ہوگا۔ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر ۸۰/مرتبہ درود بھیجے گا اس کے ۸۰/سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

درج بالا حدیث مبارک کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے:

۱...... ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی المعروف بابن شاہینؒ (۲۹۷-۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب ''الترغیب فی فضائل الأعمال و ثواب ذلک'' میں یہ حدیث نقل کی ہے۔(۱۰)

واضح رہے کہ ابنِ شاہینؒ اپنے وقت کے حافظ، عالم اور ملک عراق کے بڑے شیخ تھے۔ موصوف کے بارے میں حافظ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) ''سیر اعلام النبلاء'' میں رقم طراز ہیں: ''الشیخ الصدوق، الحافظ العالم، شیخ العراق و صاحب التفسیر الکبیر، أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أیوب بن ازداذ البغدادی الواعظ...... قال أبو الفتح بن أبی الفوارس: ثقة مأمون صنف ما لم یصنفه أحد۔ و قال أبو بکر الخطیب: کان ثقة أمینا، یسکن بالجانب الشرقی۔ قال حمزة السهمی: سمعت الدارقطنیَ یقول: ابن شاهین یلح علی الخطأ، و هو ثقة۔'' ''ابو الحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداذ بغدادی واعظ، شیخ، صدوق، حافظ اور عالم، عراق کے شیخ اور ایک بڑی تفسیر کے مصنف تھے۔ موصوف کے بارے میں ابن ابی الفوارس فرماتے ہیں: قابل بھروسہ اور اعتماد والی شخصیت ہیں۔ یہ وہ لکھ گئے جو کوئی نہیں لکھ پایا۔ ابو بکر خطیبؒ لکھتے ہیں: یہ بااعتماد اور امانت دار انسان تھے، مشرقی جانب سکونت پذیر تھے۔ حمزہ سہمیؒ دارقطنی کا قول نقل کرتے ہیں: ابن شاہین اگرچہ معتمد تھے، لیکن اپنی غلطی پر جمے رہتے تھے۔'' آخر میں امام ذہبیؒ نتیجہ نکالتے ہوئے اپنی تحقیق یوں پیش کرتے ہیں: ''ما کان الرجل بالبارع فی غوامض الصنعة و لکنهٗ راویة الإسلام - رحمه الله -۔'' ''اگرچہ فن حدیث کی باریکیوں سے بے خبر تھے، لیکن ''راویۃ الاسلام'' کا لقب ان کا حق ہے۔''(۱۱)

۲:...... محدثِ اندلس ابو القاسم خلف بن عبد الملک ابن بشکوالؒ (المتوفی ۵۷۸ھ) نے اپنی پوری سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی کتاب ''القربة إلی الله'' میں ذکر کیا ہے۔(۱۲) ابن بشکوالؒ کے بارے میں حافظ ذہبیؒ یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو: ''الإمام العالم الحافظ، الناقد المجود، محدث الأندلس، أبو القاسم خلف

بن عبد الملک"۔(۱۳)

۳:...... ابو شجاع شیرَ وَیہ بن شُھرَ دار الدیلمی (۴۴۵-۵۰۹ھ) نے اپنی کتاب "الفردوس بمأثور الخطاب" میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔(۱۴)

۴:...... محقق العصر علامہ محمد بن عبد الرحمن سخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب "القول البدیع" میں اس درود پاک کو ذکر کر کے اس کی نہایت عمدہ تحقیق پیش کی ہے اور ضعف کا حکم لگا کر اس حدیث کے طرق پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (القول البدیع: ص:۳۹۹)(۱۵)

خلاصۂ تحقیق ۱:... جمعہ کے دن عصر کے بعد پڑھے جانے والے خاص درود شریف کا ثبوت (موقوفاً) احادیث کی کتابوں سے ملتا ہے۔(۱۶) ۲:... ثواب کی نیت سے اس کو پڑھ سکتے ہیں۔ ۳:... اس کو بیان بھی کر سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ ۴:... جو لوگ اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں ان کی رائے تحقیق کے خلاف ہے۔ ۵:... حدیث مبارکہ میں ۸۰/ کے عدد سے تعیین وتحدید مقصد نہیں، بلکہ یہ ایک تعبیر ہے، درود شریف کی کوئی نہایت نہیں، اس میں زیادتی خیر کا باعث ہے، چنانچہ ابی بن کعبؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ: میں اپنی دعاؤں میں کتنا حصہ درود کے لیے مقرر کروں؟ جواباً ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔(۱۷) واللہ اعلم

حوالہ جات: ۱: کتاب الصلة، ج:۱، ص:۱۳۴، ط:دار الکتاب المصری۔ ۲: سیر اعلام النبلاء، ج:۱۹، ص:۱۹۹، الصلة، ج:۳، ص:۸۲۳۔ ۳: فهرست ا بن خير، ص:۲۴۶، ط:مؤسسة الخانجی۔القاهرة۔ ۴: سير، ج:۱۷، ص:۵۶۹۔ ۵: تاريخ الاسلام، ج:۶، ص:۹۷۹، ط:دار الغرب۔ ۶: القول البديع، ص:۳۹۹، ط:دار اليسر۔ ۷: الدر المنضود، ص:۳۴، الناشر: دار المنهاج، جدة۔ ۸: شرح احياء العلوم، ج:۳، ص:۲۹۰، بيروت، ۱۴۱۴ھ۔ ۹: القول البديع، ص:۸۔ ۱۰: الترغيب فی فضائل الاعمال...، ص:۱۴، ط:دار الکتب العلمية۔ ۱۱: سير اعلام النبلاء، ج:۱۶، ص:۴۳۱، ط:مؤسسة الرسالة۔ ۱۲: ملاحظہ ہو: باب فضل الصلاة على النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشية الخميس ويوم الجمعة، ص:۱۱۱: دار الکتب العلمية۔ ۱۳: سير، ج:۲۱، ص:۱۳۹۔ ۱۴: ملاحظہ ہو: الفردوس للديلمی، ج:۲، ص:۴۰۸، رقم الحديث:۳۸۱۴، ط:دار الکتب العلمية۔ ۱۵: تحقيق: محمد عوامه، ط:دار اليسر۔ ۱۶: لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ حکماً مرفوع ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وہ اقوال جو ثوابِ مخصوص یا عقابِ مخصوص کے بارے میں ہوں مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔ انظر: تدريب الراوی، بحث: قول الصحابی رضی اللہ عنہ: کنا نقول كذا، ص:۱۶۲، ط:قديمی۔ ۱۷: رواه الترمذی فی کتاب صفة القيامة، باب:۲۳، وأخرجه السخاوی وأحال إلى الترمذی، انظر القول البديع، ص:۲۶۰۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی سعادت

مولانا بدر الحسن قاسمی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بڑے شرف وسعادت کی بات ہے۔حدیث میں ہے کہ:"من رآني في المنام فسيراني في اليقظة ولا يتمثل الشيطان بي"۔امام بخاری فرماتے ہیں:"قال ابن سيرين اذا رآه في صورته"۔بعض صالحین نے بیداری کی حالت میں بھی آپکی زیارت کا دعوی کیا ہے۔امام غزالی، حافظ جلال الدین السیوطی، ابن مندہ اصفہانی وغیرہ اسکے قائل ہیں۔علامہ جلال الدین السیوطی نے "تنوير الحلك في امكان رؤية النبي والملك" کے نام سے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے، جو انکے مجموعہ رسائل "الحاوی فی الفتاوی" میں شامل ہے۔لیکن علامہ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ خواب میں آپکو دیکھنے کی گارنٹی ہے کہ شیطان آپکی شکل میں ظاہر نہیں ہوسکتا، لیکن بیداری میں اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے، اسلئے وہ آپ جیسی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔دوسرے علماء علامہ ابن تیمیہ کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے۔حافظ جلال الدین سیوطی کا کہنا ہے کہ میں نے ۲۲؍ سے زیادہ مرتبہ بیداری کی حالت میں آپکی زیارت کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات "ہدایت محض" ہے اسلئے شیطان جو "ضلالت محض" ہے، وہ آپکی صورت نہ خواب میں اختیار بنا سکتا ہے اور نہ بیداری کی حالت میں۔اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اس شیطانی تصرف سے محفوظ فرما دیا ہے۔ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "من رآني في المنام فقد رآني" یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اسنے مجھے ہی دیکھا۔امام بخاری نے یہاں ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اذا رآه في صورته" یعنی یہ ضمانت اس صورت میں ہے کہ جب آپکو اصلی شکل میں دیکھے۔

اسکی بنیاد یہ بتائی جاتی ہے کہ حضور کے وصال کے بعد کوئی آپکو خواب میں دیکھنے کا دعوی کرتا، تو اس سے آپ کا حلیہ پوچھا جاتا تھا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول کی یہی رائے ہے اور شاہ رفیع الدین دہلوی بھی اسی کے قائل ہیں۔اسکے برخلاف امام مازری، امام نووی اور محقق ابن ابی جمرہ کی رائے یہ ہے کہ جس شکل میں بھی کوئی آپکو دیکھے اس نے آپکی ہی زیارت کی۔حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی رائے بھی یہی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دوسری شکل میں دیکھنا دراصل تنبیہ کیلئے ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کے عمل میں کوتاہی اور اس میں کوئی نقص ہے، اسی لئے کسی دوسری شکل میں زیارت ہوئی۔

اب یہ مسئلہ بھی قابل ذکر ہے کہ خواب میں اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کسی کام کے

کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

اسکے بارے میں امام ابو اسحاق اسفرائینی کی رائے یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا دیکھنے والے کیلئے واجب ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس پر عمل کرنا واجب اور لازم نہیں ہے۔ ابن بدران کا کہنا یہ ہے کہ اصل اعتبار شریعت کا ہے خواب کا نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اگر خواب شریعت کے حکم کے مطابق ہے تو اس پر عمل کیا جائیگا ورنہ نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک شخص نے سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام کے زمانہ میں خواب میں دیکھا کہ حضور فرمارہے ہیں کہ فلاں جگہ خزانہ مدفون ہے، اسے نکال لو۔ اس میں تم پر خمس واجب نہیں ہوگا۔ سلطان العلماء نے دیگر علماء کے برخلاف فرمایا کہ تمہارے خواب کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک صحیح حدیث کی ہے، لیکن بیداری کی حدیث جو صحیح بخاری و مسلم میں ہے "وفی الرکاز الخمس" وہ تمہارے خواب سے زیادہ قابل اعتماد ہے، لہذا تم پر خمس ادا کرنا واجب ہوگا۔

سلطان العلماء بلند پایہ عالم تھے انکے علم و تقوی اور حق گوئی اور شجاعت کا انکے معاصرین نے دل کھول کر اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے ایک بار خواب میں کسی بزرگ کو دیکھا کہ وہ دریافت کررہے ہیں کہ تمکو علم چاہیے یا عزت وشہرت؟ انہوں نے کہا کہ علم، انہوں نے اپنی تعلیم کے آغاز میں پہلے ابو اسحاق شیرازی کی کتاب "التنبیہ" حفظ کی تھی۔ پھر اللہ نے ان کو اتنا علم عطا کیا کہ وہ سلطان العلماء کہلائے۔ اپنی شہرت کے زمانہ میں وہ جب مصر آئے تو مشہور محدث حافظ المنذری نے انکو دیکھ کر فتوی دینا ترک کردیا کہ یہ سلطان العلماء کا حق ہے اور انہوں نے بھی حافظ المنذری کے احترام میں حدیث بیان کرنا ترک کردیا کہ یہ حافظ حدیث امام المنذری کا حق ہے۔

محدث جلیل مولانا محمد یونس صاحب نے اس سلسلہ میں سماع کے جواز وعدم جواز کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء اور انکے معاصر عالم قاضی ضیاء الدین سنامی کے درمیان ہونے والے مکالمے اور خواب کی زیارت کے ذریعہ اپنے اپنے موقف کی تائید کا بہت دلچسپ انداز سے ذکر کیا ہے۔

خواب میں زیارت کے بارے میں ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ مشہور محدث اور حافظ حدیث بقی بن مخلد نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دودھ پلایا ہے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے خواب کی تصدیق کیلئے قے کرکے نکالا تو واقعی دودھ نکلا۔ شیخ اکبر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے غلطی کی، کیونکہ دودھ کی تعبیر علم سے کی جاتی ہے اور انہوں نے قے کرکے وہ سارا علم پھینک دیا، انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دودھ کی تعبیر بلاشبہ علم سے کی جاتی ہے، لیکن وہ ظاہری نہیں، معنوی چیز ہے، قے کرنے سے ان کا علم ضائع نہیں ہوا، بلکہ ان کا فیض آج بھی جاری اور ان کا علم محفوظ ہے۔ بقی بن مخلد کی تیس ہزار احادیث پر مشتمل مسند آج بھی انکے علم وفضل پر شاھد عدل ہے۔

اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی زیارت کا اعتبار کیا

جائیگا جس میں آپ کے اصل حلیے میں دیکھا گیا ہو اور اگر کسی نے بچپن، جوانی، یا بڑھاپے کی کسی حالت میں دیکھا ہو تو پھر آپکی اسی صورت کا اعتبار ہوگا جو آپکے بچپن جوانی یا بڑھاپے کی عمر کے حقیقی حلیے کے مطابق ہو اور اگر ذرا بھی فرق ہوا تو پھر آپکی زیارت نہیں سمجھی جائیگی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے آپکو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: ''اشرب الخمر'' ۔یہ شیخ علی المتقی کا زمانہ تھا، جو علامہ محمد طاہر الفتنی کے استاذ تھے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا :''لاتشرب الخمر'' (شراب مت پیو) لیکن شیطان نے تمہیں مغالطے میں ڈال دیا کہ تم شراب پیو۔علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ آپ نے تعریضاً فرمایا ہوگا کہ شراب پیتے ہو؟ اچھا پیو، خوب پیو۔اس میں آپ کا مقصد شراب پینے سے اس شخص کو روکنا اور منع کرنا تھا، لیکن اس نے غلط سمجھ لیا اور تعریض کا کام کبھی کلام سے لیا جاتا ہے اور کبھی حرکت اور اشارہ سے جو قرائن سے سمجھا جاتا ہے۔

ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی ہیٹ پہنے دیکھا، تو اسکی تعبیر میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا، اس خواب میں ملک میں عیسائیت کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے۔

خواب کی تعبیر ایک پیچیدہ اور نازک فن ہے، ہر کسی کو اس سے مناسبت نہیں ہوتی، اسلئے ہر کسی سے خواب کی تعبیر معلوم نہیں کرنی چاہیے۔خواب وہی صحیح اور معتبر سمجھا جائیگا جو شریعت کے احکام کے مطابق ہو، لہذا دین کی تعلیمات کا وہ حصہ جو بیداری کی حالت میں ثابت شدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعلیم دی ہے اسکو کسی عامی یا بزرگ کے خواب کی بنا پر ترک نہیں جا سکتا اور قاعدہ یہی رہے گا کہ ''ماثبت عنه يقظة لايترك بمارئي مناما''۔

ایک اور واقعہ مولانا محمد مظہر صدیقی سہارنپوری یا مولانا عبدالعلی صاحب کا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجیب آباد ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے اترے ہیں، ہیٹ سر پر رکھا ہوا ہے اور کوٹ پتلون میں ملبوس ہیں، ڈاڑھی مونچھ بھی صاف ہے، اس وضع میں آپکو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور اپنا خواب مولانا عبدالرب دہلوی سے بیان کیا، جو خوابوں کی تعبیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔انہوں نے خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ انگریز ابھی دیر تک اس ملک پر قابض رہے گا۔چنانچہ اس خواب کے تقریباً نوے سال بعد تک انگریزوں کا اس ملک پر قبضہ رہا(مقالات سواتی ص49)

ملا علی القاری نے جمع الوسائل میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ایک دن امہات المؤمنین میں سے کسی کے گھر گئے، تو انہوں نے حضور ﷺ کا آئینہ نکالا جو انکے پاس محفوظ تھا۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آئینہ دیکھا تو اسمیں اپنی صورت کے بجائے، انکو حضور ﷺ کی صورت نظر آئی۔معلوم نہیں یہ آپ کا معجزہ تھا یا حضرت ابن عباس کی کرامت تھی۔(بقیہ صفحہ:۳۶ر پر)

کیا اسٹنٹ کے دوران موت شہادت ہے؟

مولانا ناصر الدین مظاہری

آج نوجوانوں کے اندر ایک خطرناک فیشن تیزی سے بڑھ رہا ہے، کار کے پہیوں پر آگ کے شعلے، بائیک کے تیز شور، ہوائی اڑان، چلتی کار کے پہیے بدلنے کا عمل، چلتی بائیک کے اوپر کھڑے ہونا اور اس جیسے اسٹنٹ اور موت کو دعوت دینے والی ریسیں۔ یہ سب کچھ نہ بہادری ہے، نہ کھیل ہے، بلکہ ایک کھلا ہوا خطرہ ہے جو اپنی جان کے ساتھ ساتھ، دوسروں کی جان کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ کیا آپ نے سوچا ہے کہ یہ لمحاتی شرارت دراصل ہلاکت کے گڑھے میں کودنے کے برابر ہے؟ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا:

﴿وَ لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ سورۂ بقرہ (اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔)

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ سورۂ نساء (اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ فرمائی

: ”جو خود کو لوہے سے ہلاک کرے، وہ جہنم میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں وہی ہتھیار مارتا رہے گا۔“ (بخاری، مسلم)

”جو پہاڑ سے گر کر اپنی جان لے، وہ جہنم میں ہمیشہ گرتا رہے گا۔“ (مسلم)

کیا یہ ڈرائیونگ کے اسٹنٹ اس سے مختلف ہیں؟ ایک پہاڑ سے چھلانگ ہے، دوسری بائیک کے پہیے پر جھک جانا ہے، مگر نتیجہ ایک ہی ہے: اپنی جان کو خود ختم کرنا۔ علامہ نوویؒ کا قول ہے کہ:

”جان بوجھ کر اپنی جان تلف کرنا یا نقصان پہنچانا اجماعاً حرام ہے۔“

حضرت ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ: ”ایسا کام جس میں موت غالب گمان ہو، وہ خودکشی کے قریب ہے۔“

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: ”بغیر سبب کے موت کی طرف دوڑنا خودکشی ہے، اور خودکشی کرنے والا شہید نہیں ہوتا۔“

شہید کون ہوتا ہے؟ شہادت ان کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں یا مظلومانہ قتل میں مارے جائیں۔ جو ڈوبنے، جلنے یا حادثہ سے مجبوراً مر جائیں، وہ بھی شہید ہیں۔ لیکن جو اپنی ضد، اپنی نمائش اور اپنی شوخی سے موت کو گلے لگائیں، ان کے لیے شہادت نہیں، وعید ہے۔ یہ عمل شہادت نہیں، خودکشی کے قریب ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۳۴ پر)

تدریس ایک ہنروفن

محمود الحسن مدراسی

تدریس ایک ہنروفن ہے، جو ماہرین سے پڑھا بلکہ سیکھا جاتا ہے۔ سیکھنے کی جو کیفیت ہوگی، اظہار بھی اسی انداز کا ہوگا۔ اکثر یہ تجربے کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ درس گاہ میں بیٹھ کر استاد محض کتاب کا سبق نہیں پڑھاتا بلکہ کچے ذہن پر زندگی کے ان مٹ نقوش چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ استاد کے عمل سے طے ہوتا ہے کہ یہ نقوش خیر کے ہیں یا بدی کے۔

بچے کی نگاہ ہمیشہ استاد پر جمی رہتی ہے۔ استاد کے تمام حرکات وسکنات اس خالی الذہن طفلِ مکتب کی شخصیت پر انجانے میں اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ استاد کے ذمے صرف پڑھانا نہیں بلکہ روحانی نشوونما بھی ہے، جس سے بچے کی فکر اسلامی سانچے کے مطابق ڈھل جائے۔ خصوصاً دورِ حاضر کی اس ارتدادی لہر کے زمانے میں ضروری ہے کہ بچہ اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکے۔

بچے اگر وقت نکال کر اپنے ذہن و دل کو استاد کے آگے رکھتے ہیں، تو پھر استاد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی ساری صلاحیت، محنت اور استعداد کو نچوڑ کر طالب علم کے سامنے پیش کرے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان ادب پر مبنی رویہ اور دوستانہ تعلق دونوں ہونے چاہئیں۔ اس تعلق سے طالب علم کو استفادہ اور خدمت کا موقع ملتا ہے اور استاد کے لیے افادے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ جب ذہن میں صرف طلبہ کی فکر ہو اور ان کی تعلیم کو اپنی تعلیم سمجھ کر اوڑھنا بچھونا بنایا جائے تو نتیجہ خوش آئند ہوتا ہے، ورنہ مستقبل میں افسوس کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ یہی اصل میں تدریس کی کامیابی ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ کردار اور ایمان بھی پروان چڑھے۔

****

(صفحہ: ۳۳ / کا بقیہ)

یہ کھیل صرف اپنی زندگی نہیں برباد کرتا، بلکہ معصوم راہگیروں، بچوں اور عورتوں کو بھی حادثے میں دھکیل دیتا ہے۔ ایسے حادثے اکثر خاندانوں کی خوشیوں کو ماتم میں بدل دیتے ہیں۔ اگر تمہاری بائیک یا کار تمہیں موت کے دہانے پر لے جا رہی ہے تو یہ کوئی بہادری نہیں، بلکہ نادانی ہے۔ جان اللہ کی امانت ہے، اسے کھیل تماشے میں ضائع مت کیجیے۔

یاد رکھئے یہ موت نہ تو شہادت ہے اور نہ عزت، یہ صرف حسرت اور عبرت ہے۔

اے نوجوانو! تم بہترین صحت رکھتے ہو، تمہارا خون تازہ اور گرم ہے، اپنی یہ جوانی، اپنی صحت اور اپنے لہو کی گرمی سنبھال کر رکھو، اس کی قدر کرو۔ کسی بھی محاذ پر کسی بھی مذہب اور قوم کو بوڑھوں کی نہیں نوجوانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم اپنے گھر والوں کو، اپنے والدین اور بال بچوں کو اپنی کسی حرکت اور غلطی پر رونے کی سزا مت دو۔

علمی مروت واخلاقیات

تحریر: ڈاکٹر عبدالکریم وُریکات
اردو ترجمانی: محمد یاسر عبداللہ

علم محض حفظِ متون، کثرتِ روایات، مطالعہ کے تنوع اور کتابیں جمع کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک امانت اور مسئولیت ہے، حقیقی علم، نفس کو پاکیزہ، روح کو بلند اور اخلاق کو ترقی بخشتا ہے، یہ اوصاف، علم سے جدا اضافی امور نہیں، بلکہ علم کا حاصل اور جوہر ہیں، اگر کوئی شخص علمی مروّت سے مزیّن نہیں، تو وہ خیر سے محروم اور درست راہ سے بھٹکا ہوا ہے، وہ خود اپنے لیے اور دوسرے انسانوں کے لیے وبالِ جان ہے۔ علمی مروّت، علم کی حقیقت سے جدا نہیں، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کیا خوب کہہ گئے ہیں: ''علم جب تمہارے لیے فائدہ مند نہ ہو تو نقصان دہ ہوگا''۔

جو علم، نفس کی تہذیب نہ کرے، اور اسے (برے اخلاق سے) پاک نہ کرے، وہ بے برکت علم ہے، اس کا اثر کم ہوتا ہے، اور وہ جلد ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ عالمِ حقّانی کی پہچان یادداشتوں کی کثرت سے نہیں ہوتی، اس کی علامات یہ اعلیٰ اوصاف ہیں: بلند اخلاق، سچی گفتگو، دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف، مخالفین کی عذر خواہی، ذاتی حملوں پر خاموشی اور حسد کی گندگی سے پاکیزگی۔

علمی مروّت اور طالبِ علم کی علامت یہ ہے کہ صرف اہلِ علم کا نہیں، دشمنوں کا بھی احترام کرے، وہ مخالف کو بھی عزت دے اور اس کی عزت پر حملہ نہ کرے، وہ رائے پر تنقید کرتا ہو لیکن شخصیت پر کیچڑ نہ اچھالے، وہ جن سے کچھ سیکھے ان کی قدر کرے اور ان کی خوبیوں کا اعتراف کرے، کسی سے بحث مباحثہ کی نوبت آجائے تو اس کی یہی آرزو ہو کہ اللہ اس کی زبان سے حق کا اظہار کرائے۔ یہ ہوتی ہے عالم کی مروّت! علمی مروّت کی وجہ سے وہ ذاتیات تک نہیں پہنچتا، مخالف کی تذلیل نہیں کرتا، اور اپنے معاصروں یا کم عمروں پر بڑائی نہیں جتاتا۔

دورِ حاضر میں طلبہ علم کی مروّت کو ختم کرنے کا ایک سبب، مشہور لوگوں کے بل بوتے شہرت حاصل کرنے کا مرض ہے، کتنے طلبہ ہیں جو شہرت کے مذبح خانے میں مروّت کو ذبح کر چکے ہیں! کتنے مدّعیانِ علم ہیں جو صرف ردّ و قدح (اور طنز و تشنیع) کا فن ہی جانتے ہیں! وہ مشہور لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں؛ تا کہ ان کی بدولت اسٹیجوں کی چکا چوند تک رسائی حاصل کر سکیں! یہ اس دور کی ایک آفت ہے، علمی مروّت ہی طلبہ علم کو اس سے بچاتی ہے، اور انہیں باور کراتی ہے کہ بے فائدہ باتوں سے خاموش رہنا اور دوسروں کا باج گزار نہ بننا بہادری ہے۔ طنز و تشنیع کے دسترخوانوں اور عزتوں کو نیلام کرتی مجلسوں سے علم حاصل نہیں ہوتا۔

طالبِ علم کی مروّت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نفع پہنچائے اور کسی پر طعن و تشنیع نہ کرے، بامروّت عالم وہ ہے جو امتِ

مسلمہ پر غیرت کھائے اور لوگوں سے حسد نہ کرے، جو اپنا وقت افکار کی تعمیر میں صرف کرے اور انسانیت کو تباہی کی جانب نہ دھکیلے، جو نیچ اوصاف اور جذباتیت سے بلند ہو، وہ جانتا ہو کہ اس کا قلم امانت ہے، اور اس کی گفتگو ایک گواہی ہے، اسے یقین ہو کہ ایک روز اللہ تعالی اس سے دریافت کریں گے: تم نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟!

علمی مروّت، اخلاقی عیاشی کا نام نہیں، بلکہ یہ شرعی ضرورت اور فکری ذمہ داری ہے، ڈیجیٹل نمائش کے دور میں یہ اہلِ علم کا حقیقی امتحان ہے؛ کیونکہ اب ردّ وقدح اور طنز و تشنیع، شہرت کی سیڑھی بن چکے ہیں، اگر کوئی حقیقی اہلِ علم میں شمار ہونا چاہتا ہو تو علم کو عبادت سمجھے، اپنے قلم کو پاک رکھے، اختلاف کو باعثِ رحمت جانے، اور خاموشی کو سببِ وقار خیال کرے۔

اے اللہ، ہمیں علم سے مزیّن فرما، ہمارے دلوں کو کینہ سے پاک فرما، اور ہمیں بامروّت وباکمال معزّز علماء ربّانیین کی جماعت میں شامل فرما، آمین یارب العالمین!

****

(صفحہ: ۳۲ کا بقیہ)

شیخ عبدالوھاب الشعرانی فرماتے ہیں کہ انہوں نہ صرف یہ کہ بیداری کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، بلکہ سپنے میں آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ کے سامنے صحیح بخاری کی قراءت بھی کی ہے۔ انہوں نے اپنے ان رفقاء کے نام بھی لکھے ہیں اور انمیں سے ایک کے حنفی ہونے کی بھی صراحت کی ہے۔ انہوں نے وہ دعاء بھی لکھی ہے جو ختم بخاری کے وقت کی تھی۔

علامہ جلال الدین السیوطی نے ۲۲ر سے زیادہ مرتبہ بیداری کی حالت میں زیارت کا جہاں ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کے بارے میں نے استفسار کے بعد انکی تصحیح کی ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی کی زندگی بے حد احتیاط اور تقوی کی زندگی تھی۔ شیخ شاذلی نے اپنی کسی ضرورت کیلئے بادشاہ وقت سے سفارش کیلئے حافظ جلال الدین سیوطی سے کہا تو انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہا زیارت کی ہے اور میرے اندر سوائے اس کے اور کوئی خوبی نہیں ہے کہ میں بادشاہوں کے دربار میں نہیں جایا کرتا، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں تمہاری ضرورت کیلئے گیا، تو اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اسلئے تمہارے معمولی فائدہ کیلئے اپنا اور امت کا اتنا بڑا نقصان میں نہیں کر سکتا۔ (فیض الباری ج 1 ص 292)

خواب کی حقیقت اور اسکے بارے میں اطباء فلاسفہ اور اکابر علمائے اہل سنت کی آراء اور صوفیاء کے کے احوال ومواجید کیلئے زیادہ تفصیلی مضمون کی ضرورت ہے۔ خواب کی تعبیر کی ایک الگ ہی دنیا ہے۔ ع

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

اس کے لئے فرصت درکار ہے۔

الفاظ کا جادو

عبدالماجد دریابادی

اگر آپ کا تعلق اونچے طبقہ سے ہے تو کسی ''سرا'' میں ٹھہرنا آپ کے لیے باعث توہین، لیکن کسی ''ہوٹل'' میں قیام کرنا ذرا بھی باعث شرم نہیں، حالانکہ دونوں میں کیا فرق بجز اس کے کہ ''سرا'' مشرقی ہے، ہندوستانی ہے، دیسی ہے اور ''ہوٹل'' مغربی ہے، انگریزی ہے، ولایتی ہے۔ کوئی اگر یہ کہہ دے کہ ''سرا'' کے فلاں ''بھٹیارے'' سے آپ کا یارانہ ہے تو آپ اس کا منہ نوچ لینے کو تیار ہو جائیں، لیکن فلاں ہوٹل کے منیجر سے آپ کا بڑا ربط وضبط ہے، اسے آپ فخریہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ سرا کے ''بھٹیارے'' اور ہوٹل کے ''منیجر'' کے درمیان بجز ایک کے دیسی اور دوسرے کے ولایتی ہونے کے اور کوئی فرق ہے؟ کسی مدرسہ میں اگر آپ ''مدرس'' ہیں تو بات کچھ معمولی ہی ہے، لیکن کسی ''کالج'' میں آپ ''لکچرار'' یا ''پروفیسر'' ہیں تو معزز ہیں، صاحب وجاہت ہیں، حالانکہ اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے ''مدرس'' اور ''پروفیسر'' ایک ہی چیز ہیں۔

ندوہ کے ''دارالاقامہ'' میں اگر آپ قیام پذیر ہیں تو آپ کا دل کچھ خوش نہیں ہوتا، لیکن اسی ''دارالاقامہ'' کا نام جب آپ ''شبلی ہوسٹل'' سنتے ہیں، تو آپ کا چہرہ فخر وخوشی سے دمکنے لگتا ہے۔ ''مدرسہ'' میں اگر آپ پڑھتے یا پڑھاتے ہیں تو خود اپنی نظروں میں آپ بے وقعت ہیں، لیکن اگر آپ کا تعلق کسی ''کالج'' سے ہے، تو پھر آپ سے زیادہ معزز کون ہے؟ اب ہر مدرسہ طبیہ، طبیہ اسکول اور ''مدرسہ تکمیل الطب'' اور ''مدرسہ منبع الطب''، ''تکمیل الطب کالج'' اور ''منبع الطب کالج'' ہیں۔ مدرسہ وہاجیہ طبیہ کا زمانہ گیا۔ اب اس کا صحیح نام طبیہ وہاجیہ ''کالج'' ہے۔ طبی درس گاہوں کو چھوڑیے، خود دینی درس گاہوں کا کیا حال ہے؟ وہ دن گئے جب زبانوں پر ''مدرسہ چشمۂ رحمت'' کا تذکرہ تھا۔ اب وہ چشمۂ رحمت کالج ہے اور وہاں کے صدر مدرس ''پرنسپل'' صاحب ہیں۔ مدرسۂ نظامیہ فرنگی محل کے سب سے بڑے استاد کو 'صدر مدرس' ذرا کہہ کے تو دیکھیے آپ کی غلطی کی تصحیح کی جائے گی کہ ان کا عہدہ اب صدر مدرسی کا نہیں ''پرنسپلی'' کا ہے۔

کوئی آپ سے کہے کہ یہ کیا آپ گلی میں کھڑے ہو کر ''گلی ڈنڈا'' کا تماشہ دیکھ رہے ہیں، تو آپ شرما سے جائیں گے، لیکن آپ ''کرکٹ'' یا ''فٹ بال'' یا ہاکی کی میچ کھلے میدان میں دیکھ رہے ہوں گے، تو اس وقت نہ آپ اپنے بڑوں سے شرمائیں گے نہ چھوٹوں سے، بلکہ عجب نہیں کہ گراں قدر ٹکٹ خریدنے کے بعد دوسروں کی طرف اکڑ کر دیکھیں۔ مینڈھے لڑاتے ہوئے یا بٹیر بازی یا مرغ بازی کرتے ہوئے اگر آپ کہیں پکڑ لیے گئے، تو اپنے کو کسی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھیں گے، لیکن جب شہر میں باکسنگ کا مقابلہ ہو گا یا کوئی HEAYY WEIGHT CHAMPION آجائیں گے، تو ان کا تماشہ دیکھنا تہذیب و روشن خیالی میں داخل۔ کہیں چوری چھپے ''رہس'' یا ''نوٹنکی'' دیکھنے کھڑے

ہوجایئے تو خود آپ کی ثقافت اور وضع داری آپ پر لاحول پڑھنے لگے، لیکن تھیٹر میں آدھی آدھی رات بے تکلف بسر کیجیے کہ ''ڈراما'' جیسے فن شریف کی شرافت وعظمت میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے؟

اپنے دیس کے کسی بھانڈ، کسی سازندہ، کسی ڈھاڑی سے اگر آپ سے شناسائی ہوگئی ہے، تو اس کا ذکر آپ اپنے دوستوں اور بے تکلف ہم عصروں کے سامنے بھی کچھ جھینپ ہی کر کرتے ہیں، لیکن ''چارلی چلپن'' اور ''میری پکفرڈ'' کے کمالات اور ''آرٹ'' کی جتنی داد جی چاہے دیجیے۔ بھری محفلوں میں، بزرگوں اور استادوں کے مجمع میں اور اخبارات کے صفحات میں آپ کی نقادی ہی کی داد ملتی جائے گی؟ ''نٹوں'' کا پیشہ بھی بھلا کوئی عزت کا پیشہ ہے اور خدانخواستہ آپ سے کسی نٹ یا نٹنی کی ملاقات کیوں ہونے لگی، لیکن وہی قلابازیاں کھانے والے جب سرکس والے اور سرکس والیاں بن کر آپ کے سامنے آتے ہیں، تو نہ آپ ان سے ملنے میں شرماتے ہیں، نہ تعلقات بڑھانے میں۔ جوئے یا جواریوں سے ظاہر ہے ہماری شرافت کو کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ کوئی ہمیں جواری کہہ دیکھے۔ اپنی جان اور اس کی جان ایک کردیں، لیکن گھوڑ دوڑ کے دنوں میں اور کارنیوال کی راتوں میں، دن دہاڑے اور بجلی کی روشنی میں یہی ذلت ہمارے لیے عین عزت بن جاتی ہے اور بڑے بڑے رئیس اور معززنہ جوئے کی بازی لگاتے ہوئے شرماتے ہیں اور نہ اپنے کو ریس باز کہلاتے۔ نخاس میں کسی کباڑیے کی دکان پر مول تول کرنا ہماری عزت وشرافت کے لیے باعث ننگ، لیکن مال روڈ پر ''پیک ایلن'' کی کوٹھی میں گشت لگانے میں نہ کوئی عار ہے نہ کوئی شرم، اس لیے کہ ''پیک ایلن'' صاحب کوئی کباڑیے تھوڑا ہی ہیں، ''آکشنر'' اور ''نیلامیے'' ہیں۔

چوک اور امین آباد میں کسی حلوائی کی دکان سے پوری مٹھائی اپنے ہاتھ سے خریدیے تو نظریں بچا بچا کر، لیکن حضرت گنج میں ویلریو کی دکان کے سامنے اپنا موٹر کھڑا کرکے کیک وپیسٹری کی خریداری بہ نفس نفیس، بلا جھجک فرمایئے، اس لیے کہ ''ویلریو'' حلوائی نہیں، ''کنفکشنر'' ہے، نظیر آباد کے کسی چوراہے پر کسی شربت والے کی دکان سے فالودہ کا گلاس خریدنا آپ کی خودداری کے منافی، لیکن حضرت گنج میں صاحب کی جگمگاتی دکان پر آئس کریم نوش فرمانا آپ کی عزت اور شان کے عین مطابق۔ کسی نانبائی کی دکان کا نام اگر ''ریسٹران'' پڑ جائے تو وہی عار، فخر میں تبدیل ہوجائے۔ ''نائی'' بیچارہ جب تک محض نائی ہے یا حجام، اس کے استرے اور کسوت کے آگے سر جھکانا آپ کیوں کر گوارا فرماسکتے ہیں، لیکن وہی جب اپنے کو ہیئر ڈریسر Hair Dresser کہلانے لگے اور اپنی چوراہے کی دکان پر ''ہیئر کٹنگ سیلون'' کا سائن بورڈ لگادے تو وہی ناگوار آپ کے لیے خوشگوار و پسندیدہ بن جائے۔

عدالت کا پیادہ جب تک ''چپراسی'' یا ''مذکوری'' ہے، حقیر و ذلیل ہے لیکن وہی پیادہ اگر ''بیلف'' کہہ کر پکارا جائے تو معزز ہے اور آپ کی زبان پر محض بیلف نہیں بلکہ ''بیلف صاحب'' آنے لگے۔ کوئی چمار یا موچی اس قابل کب ہوتا ہے کہ آپ اسے منھ لگائیں، لیکن وہی رذیل اگر کسی ٹینری کا مالک کہلانے لگے تو معاً اس کی رذالت آپ کی نگاہ میں عزت وشرافت سے بدل جاتی ہے اور دنیا کے سب سے بڑے موچی باٹا کی قوم سے تعلق رکھنا تو عین دلیل اعزاز، بستی کا ساہوکار یا

مہاجن بڑے سے بڑا ہو، آپ کی نظر میں محض ''بنیا'' ہے، لیکن وہی بنیا اگر وہیں کسی بینک کا منیجر ہو جائے یا اپنے کو بینکر کہلانے لگے، تو دیکھئے تو اس کا مرتبہ دم بھر میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ کسی رئیس کا ''مصاحب'' آپ کی نظر میں، اخلاقی حیثیت سے بے عملی، خوشامد، چاپلوسی اور خود فروشی کا مجسمہ ہے، لیکن صاحب کے ''پرائیویٹ سکریٹری'' اور ''اے ڈی سی'' کا نام ادھر آیا اور ادھر معاً آپ کی نظروں میں کارکردگی و مستعدی، رعب و دبدبہ کی تصویر پھر گئی۔

پنچایت کا نام آیا اور آپ کے ذہن نے نیچ قوموں کا تصور شروع کر دیا، لیکن ادھر پنچایت کے بجائے پارلیمنٹ اور اسمبلی، کونسل اور کارپوریشن کے الفاظ بولے گئے اور آپ کا ذہن ان فرنگی پنچایتوں کی بلندیوں پر رشک کرنے لگا۔ کوئی مولوی غریب اگر عالمگیری اور شامی کے جزئیاتِ فقہی کا حافظ ہے تو غبی ہے، کودن ہے، کندہ ناتراش ہے، محض ملّا ہے، لیکن اگر کسی ایڈوکیٹ یا بیرسٹر صاحب کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے نظائر از بر ہیں تو ان کی قابلیت، خوش دماغی اور ذہانت کے اعتراف میں سب سے آگے آپ ہی ہیں۔ فسانۂ عجائب اور طلسم ہوشربا کے نام آج مجال ہے کہ کوئی زبان پر لا سکے، لیکن لندن اور برلن، پیرس اور نیویارک سے کتنے ہی نئے نئے عجائب افسانے اور کتنے ہی ہوشربا طلسمات رومانی ناولوں کے نام سے، جاسوسی افسانوں کے نام سے ''سنسنی خیز'' خبروں کے نام سے، صاعقہ اثر ڈراموں کے نام سے اور خدا معلوم کن کن ناموں سے ہر سال اور ہر ہفتہ اور ہر روز اور ہر صبح اور ہر شام شائع ہوا کریں، ان سے باخبر رہنا اور پوری دلچسپی و انہماک کے ساتھ ان کے نشر و اشاعت میں، ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہنا علم و روشن خیالی کی دلیل اور مہذب و تعلیم یافتہ ہونے کی سند۔

کوئی آپ کو صلاح دے کہ ''لوہاری'' کا پیشہ اختیار کیجئے، تو آپ اسے گالی سے کچھ ہی کم سمجھیں، لیکن ''میکینکل انجینیری'' کے عہدہ کی طرف آپ خود لپک کر بڑھ رہے ہیں۔ ''جراح'' کے لفظ سے جو تخیل آپ کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ کس درجہ پست ہے، لیکن ''سرجن'' کا نام لینے سے اس پستی میں کتنی بلندی آجاتی ہے۔ محلہ اور پڑوس کے ''جلاہے'' آپ کے خیال میں پست و ادنیٰ، لیکن کپڑا بننے والے اگر لنکا شائر کے ہیں، تو کیا ان کی بابت بھی آپ کا یہی خیال ہے؟ ''بزاز'' گز ہاتھ میں لیے اور مزدور کے سر پر گٹھری اٹھائے، شہر میں پھیری کرتے پھرتے ہیں، ان کی کوئی عزت و وقعت نگاہ میں نہیں، لیکن وہی کپڑا بیچنے والے اگر مانچسٹر کے باشندے ہیں تو بس معزز ہیں، بلند ہیں۔ ''بزرگوں'' کے سالانہ فاتحہ منانا، دلیل حمق و علامت وہم پرستی، لیکن فلاں کالج کے احاطے میں ''فاؤنڈرس ڈے'' یا ''یوم تاسیس'' دھوم دھام سے منانا، دلیل دانش و برہان روشن خیالی۔

لکھنؤ کے چوک یا دہلی کی چاوڑی کی پیشہ ور کا نام آپ بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ ہرگز اپنے کسی بزرگ کے سامنے نہ لیں گے، نہ کسی کا ناچ مجرا دیکھنے کھلم کھلا تشریف لے جائیں گے، لیکن ڈرائنگ روم میں گھر کے سب مردوں اور عورتوں لڑکوں اور لڑکیوں کے سامنے ریڈیو سے بے تکلف آپ فلاں بائی جی اور فلاں ''جان'' کے نغموں، ٹھمریوں سے لطف اٹھائیں گے اور فلم ایکٹرس جو بھی آپ کے دل میں جگہ کرلے گی، پوری بے باکی سے آپ اس کے چرچے ہر چھوٹے بڑے کے سامنے کریں گے۔

کوئی کہاں تک گنائے اور ناموں اور لفظوں کی کتنی لمبی فہرست تیار کرے۔ نمونہ کے لیے یہ کافی بلکہ کافی سے کچھ زیادہ

ہی ہیں۔اپنی واقفیت کی دنیا میں خودنظر دوڑائیے اور دیکھ لیجئے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں،معاشرت ومعاملت کے ہر گوشہ میں فرنگیت کا کتنا رعب ہم پر،اور آپ پر چھایا ہے۔حقیقت ایک، معنی ومفہوم متحد،لیکن جولفظ اور جونام،فرنگیت کے راستہ سے''صاحب'' کے رشتہ سے،آپ کے کانوں تک پہنچے ہیں،ان میں ان کے دیسی مترادفات سے کتنی زیادہ عظمت، کتنی زیادہ اہمیت، کتنی زیادہ بلندی ہمارے دلوں اور دماغوں نے غیر محسوس طور پر قبول کر لی ہے!اگلوں نے بہت کیا تو یہی کیا تھا کہ ملک فتح کر لیے، قلعے سر کر ڈالے، فوجوں کو میدان جنگ میں شکست دے دی۔اس سے زیادہ نہ چنگیز سے کچھ بن پڑا،نہ ہلاکو سے،نہ دارا سے،نہ سکندر سے،یہ شرف مخصوص اسی دور یاجوجی کے لیے اٹھ رہا تھا کہ جسم کے ساتھ ساتھ دل ودماغ بھی فتح کر لیے جاتے ہیں اور ہاتھوں پیروں کے علاوہ عقلوں،دماغوں اور بصیرتوں سے بھی خط غلامی لکھالیا جاتا ہے۔یہاں تک کہ غریب محکوموں کے پاس خیر وشر،حسن وقبح،ہنر وعیب کا معیار لے دے کے بس یہی ایک رہ جاتا ہے کہ''صاحب'' کی چشم التفات کدھر ہے؟عزت بھی''صاحب'' کی دی ہوئی اور دولت بھی سرکار کی مرحمت کی ہوئی۔دین بھی وہیں کا عطیہ،اور دنیا بھی وہیں کی بخشش،اب نہ ہندو ہندو ہے،نہ مسلمان مسلمان۔سب رعایائے سرکار۔اب نہ کوئی اللہ دین ہے،نہ رام دین،بلکہ سب کے سب چھٹ چھٹا کر''صاحب دین۔''

الفاظ عمومی کو چھوڑیے۔ستم یہ ہے کہ اعلام اور اسماء معرفہ تک یورپ زدگی کی وبا سے محفوظ نہیں۔میاں''کلو'' کو آپ نے اپنے ہاں جب دیکھا،اکہّ بانی ہی کرتے پایا لیکن میجر بلیک (BLACK) آپ کے شہر کے ممتاز سول سرجن ہیں۔''کلوا مہتر'' آپ کے محلہ ہی میں رہتا ہے لیکن پروفیسر بلیکی (BLACKEE) یونیورسٹی کے ایک ممتاز پروفیسر ہیں!''لالہ گھاسی رام'' بیچارے''کانجی ہاؤس'' کی محرری سے عمر بھر آگے نہ بڑھ سکے،لیکن بریگیڈیر جنرل''ہے''(HAY) برطانوی فوج کے ایک مشہور ومعروف افسر ہیں۔''میاں رمضانی'' اور میاں شبراتی کی ساری عمر خدمت گاری میں گزری لیکن مسٹر''مے'' (MAY) اور ڈاکٹر فرائڈے (FRIDAY) پارلیمنٹ کے نامور ممبر ہیں۔

''مٹھو'' کہار اور''طوطا'' کلوار آپ کی بستی ہی میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں لیکن''سر جان پارٹرج'' (PARTRIDGE) آپ کے صوبہ کے گورنر تھے۔مسٹر''کاک''(COCK) اس وقت آپ کے ضلع کے کلکٹر ہیں اور ''سوان''(SWAN) صاحب ابھی تبدیل ہو کر کمشنری پر گئے ہیں۔آپ کے ماما کا لڑکا''شیرا'' بیچارہ اب تک چپراسی کی جگہ امیدواری کر رہا ہے،لیکن''بل'' صاحب (BULL) ترقی پا کر کمشنر ہو گئے اور مسٹر لیمب (LAMB) اور مسٹر''کڈ'' (KID) آپ کے ضلع میں حاکم بندوبست اور جائنٹ مجسٹریٹ ہیں۔''دریاؤ سنگھ'' غریب کو لائن جمعداری سے آگے بڑھنا نصیب نہ ہوا۔سرجان لیک (LACK) دیکھتے دیکھتے ای آئی آر کے ایجنٹ ہو گئے!''لالہ لوہاری مل'' کے چلائے عرائض نویسی کا کام بھی نہ چلا،جسٹس اسمتھ (SMITH) ہائی کورٹ کی ججی پر پہنچ گئے۔''شیخ جھاؤ'' کی زندگی نور بافی کرتے کرتے ختم ہو گئی۔سر چارلس''ووڈ''(WOOD) حکومت ہند کے ہوم ممبر ہیں۔جنگلی گھسیارہ بیچارہ عمر بھر گھاس ہی چھیلا کیا،سرجان فارسٹر (FORESTER) سنا ہے کہ امریکہ میں برطانیہ کے کونسل جنرل ہو گئے۔

سائنس اور قرآن

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی

ختنہ کے فوائد

اس وقت انگریز ڈاکٹر ختنہ کرنے پر زور دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عضوتناسل کا اگلا چمڑا جماع کے وقت درمیان میں حائل ہوجاتا ہے اور لطف اندوزی میں دقت پیش آتی ہے، خاص طور پر عورت اس چمڑے کی وجہ سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس چمڑے کو ضرور کٹوادینا چاہئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس چمڑے میں جراثیم اور گندگی پھنس جاتی ہے، اس کو بار بار صاف کرنا پڑتا ہے اگر صاف نہ کیا جائے تو اس سے بیماری پکڑنے کا زبردست خطرہ رہتا ہے اس لئے وہ اس چمڑے کو کٹوانا ضروری سمجھتے ہیں۔

جس چیز کو آج تحقیق کے بعد ضروری سمجھا گیا اس کو شریعت مطہرہ نے بہت پہلے کٹوانے کے لئے کہا تھا اور اس کو سنت انبیاء قرار دیا تھا، قربان جائے اس شریعت پر جس نے پاکی اور صفائی کا اتنا خیال رکھا اور بغیر خردبین کے ساری تحقیق پیش کردی۔

ہاتھ پاؤں دھونے کے فوائد

ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ ہاتھ اور پاؤں مختلف مقامات پر استعمال ہوتے رہتے ہیں اس لئے بہت باریک باریک نقصان دہ جراثیم ہاتھ پاؤں میں لگ جاتے ہیں؛ اگر ان کو دھو دیا جائے تو وہ مرجاتے ہیں اور جسم بہت ساری بیماریوں سے محفوظ و مامون ہوجاتا ہے اور ان کو دھویا نہ جائے تو وہ جراثیم بیماریاں پیدا کرتے ہیں اور آدمی کو بیمار بنادیتے ہیں، خاص طور پر جلد کی بیماری ان جراثیم سے زیادہ پھیلتی ہے۔

اگر کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھویا جائے تو وہ جراثیم کھانے کے ساتھ ساتھ پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور جسم میں بیماری پھیلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز چمچہ سے کھانا کھاتے ہیں، وہ جراثیم کے ڈر سے کھانے میں ہاتھ استعمال نہیں کرتے، اور اگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھولیا جائے تو جراثیم مرجاتے ہیں اور پیٹ میں جاکر نقصان نہیں دیتے۔

قربان جایئے شریعت مطہرہ پر کہ اس نے دن میں پانچ مرتبہ وضو میں ہاتھ پاؤں اور منہ دھونے کی تاکید فرمائی اور صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دی، کھانے سے پہلے خصوصی طور پر ہاتھ دھونے کے لئے کہا، تاکہ جراثیم اور گندگی سے لوگ بیمار نہ ہوجائیں۔ سائنس آج تحقیق کے بعد اور خردبین سے دیکھنے کے بعد کہتی ہے، ہمارے پیارے نبیؐ نے چودہ سو سال پہلے اس کی نشان دہی کی تھی۔

فقہ وفتاوی

ادارہ

عورت کا چہرے اور بازوؤں کے بال صاف کرنا

سوال:......کیا خواتین کے لئے چہرے، بازوؤں اور بھنوؤں کے درمیان کا رُواں صاف کرنا گناہ ہے؟

جواب:......محض زیبائش کے لئے تو فطری بناوٹ کو بدلنا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بال نوچنے اور نچوانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے (مشکوٰۃ شریف ص:۳۸۱) البتہ اگر عورت کے چہرے پر غیر معتاد بال اُگ آئیں تو ان کے صاف کرنے کی فقہاء نے اجازت لکھی ہے، اسی طرح جن بالوں سے شوہر کو نفرت ہو ان کے صاف کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

عورتوں کا بلیچ کریم استعمال کرنا

سوال:......بعض عورتوں کے منہ پر کالے بال ہوتے ہیں، جس سے منہ کالا لگتا ہے، اور ایسا لگتا ہے جیسے مونچھیں نکلی ہوئی ہوں، اس کے لئے ایک کریم آتی ہے جس کو لگانے سے بال جلد کی رنگت جیسے ہوجاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے کہ چہرے پر بال ہیں۔ اس کو ''بلیچ'' کرنا کہتے ہیں، یہ جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:......اگر عورت کے چہرے پر غیر معتاد بال اُگ آئیں تو ان کے صاف کرنے کی فقہاء نے اجازت لکھی ہے، اسی طرح جن بالوں سے شوہر کو نفرت ہو ان کے صاف کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اس لیے ''بلیچ'' کرنا اور بالوں کے رنگ کو بدل دینا کہ وہ بُرے نہ لگیں جائز ہے۔

عورتوں کا سر کے بال کاٹنا اور باریک ڈوپٹہ اوڑھنا

سوال:......کیا کٹے ہوئے بالوں اور باریک دوپٹوں جیسے کہ آج کل چل رہے ہیں، جارجیٹ وغیرہ کے دوپٹے، ان میں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ کٹے ہوئے بالوں کا بھی بتائیں کیونکہ آج کل زیادہ تر لڑکیوں کے بال کٹے ہوئے ہوتے ہیں، اور وہ نماز بھی پڑھتی ہیں۔

جواب:......عورتوں کو سر کے بال کاٹنا جائز نہیں، بال کاٹنے کا گناہ الگ ہوگا مگر نماز ہوجائے گی۔ سر کا دوپٹہ اگر ایسا باریک ہے کہ اندر سے بدن نظر آتا ہے تو اس سے نماز نہیں ہوگی۔

جو عورتیں یا لڑکیاں اپنے سر کے بال فیشن کے طور پر چھوٹے کرواتی ہیں یا لڑکوں کی طرح بہت چھوٹے رکھتی ہیں،

حدیث شریف میں ان پر لعنت آئی ہے: ”عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: لعن الله المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال۔“ (مشکوٰۃ ص:۳۸۰،بحوالہ بخاری) ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر، اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی عورت یا لڑکی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مردوں کی طرح بال رکھے، مردوں کی طرح کپڑے پہنے، اور مردوں کا انداز اختیار کرے، اسی طرح کسی مرد یا لڑکے کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورتوں کا لباس پہنے، ان کی طرح بال رکھے اور ان کا انداز اختیار کرے۔

عورت کا آڑی مانگ نکالنا

سوال:...... لڑکیوں یا عورتوں کا ٹیڑھی مانگ نکالنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:...... ٹیڑھی مانگ نکالنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے، مسلمانوں میں اس کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، اس لئے یہ واجب الترک ہے۔

لڑکیوں کا بڑے ناخن رکھنا

سوال:...... لڑکیوں کو ناخن لمبے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... شرعی حکم یہ ہے کہ ہر ہفتے، نہیں تو پندرھویں دن ناخن اُتار دے، اگر چالیس روز گزر گئے اور ناخن نہیں اُتارے تو گناہ ہوا۔ یہ ہی حکم جسم کے ان بالوں کا ہے جن کو صاف کیا جاتا ہے، اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

نیل پالش لگی ہونے سے غسل اور وضو نہیں ہوتا

سوال:...... بہت سی خواتین نیل پالش وغیرہ لگاتی ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کے لگانے سے وضو یا غسل ہو جاتا ہے کہ نہیں؟

جواب:...... وضو میں جن اعضاء کا دھونا ضروری ہے، اگر ان پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو جسم کی کھال تک پہنچنے سے روکے، تو وضو نہیں ہوتا، یہی حکم غسل کا ہے۔ نیل پالش لگی ہوئی ہو تو پانی ناخن تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے نیل پالش لگی ہوئی ہونے کی صورت میں وضو اور غسل نہیں ہوتا۔ عورتیں فیشن کے طور پر نیل پالش اور سرخی لگاتی ہیں، حالانکہ ان چیزوں سے عورت کے حسن و زیبائش میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ ذوقِ سلیم کو یہ چیزیں بدمذاقی معلوم ہوتی ہیں، اور جب ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق بھی سلب ہو جائے تو ان کا استعمال کسی سلیم الفطرت مسلمان کو کب گوارا ہو سکتا ہے؟ عورتوں کو زیب و زینت کی اجازت ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس چیز کا بھی فیشن چل نکلے اس کو کرنے لگے۔ حاصل یہ کہ نیل پالش لگانا جائز نہیں ہے، اور اگر یہ لگی ہو تو نہ وضو درست ہوگا اور نہ غسل۔

افسانہ

قصہ چہار درویش

قسط: ۴ از: میر امن دہلوی

سیر پہلے درویش کی

(گذشتہ سے پیوستہ) پہلا درویش دوزانو ہو بیٹھا اور اپنی سیر کا قصہ اس طرح سے کہنے لگا۔ یا معبود اللہ! ذرا ادھر متوجہ ہو، اور ماجرا اس بے سروپا کا سنو!

یہ سرگزشت میری ذرا کان دھر سُنو!
مجھ کو فلک نے کر دیا زیر وزبر سُنو!
جو کچھ کہ پیش آئی ہے شدت مری تئیں
اُس کا بیان کرتا ہوں تم سر بہ سر سُنو!

اے یاران! میری پیدایش اور وطن بزرگوں کا ملکِ یمن ہے۔ والد اس عاجز کا ملک التجار خواجہ احمد نام بڑا سوداگر تھا۔ اس وقت میں کوئی مہاجن یا بیپاری ان کے برابر نہ تھا۔ اکثر شہروں میں کوٹھیاں اور گُماشتے خرید وفروخت کے واسطے مقرر تھے، اور لاکھوں روپے نقد اور جنس ملک ملک کی گھر میں موجود تھی۔ اُن کے یہاں دولڑکے پیدا ہوئے، ایک تو یہی فقیر جو کفنی سیلی پہنے ہوئے مرشدوں کے حضوری میں حاضر اور بولتا ہے، دوسری ایک بہن جس کو قبلہ گاہ نے اپنے جیتے جی اور شہر کے سوداگر بچے سے شادی کر دی تھی۔ وہ اپنی سُسرال میں رہتی تھی۔

غرض جس کے گھر میں اتنی دولت اور ایک لڑکا ہو، اُس کا لاڈ پیار کا کیا ٹھکانا ہے؟ مجھ فقیر نے بڑے چاؤ چوز سے ماں باپ کے سائے میں پرورش پائی اور پڑھنا لکھنا سپاہ گری کا کسب وفن، سوداگری کا بہی کھاتہ، روزنامہ، سیکھنے لگا۔ چودہ برس تک نہایت خوشی اور بے فکری میں گزرے، کچھ دُنیا کا اندیشہ دل میں نہ آیا۔ یک بہ یک ایک ہی سال میں والدین قضائے الٰہی سے مر گئے۔

عجب طرح کا غم ہوا، جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ ایک بارگی یتیم ہو گیا۔ کوئی سر پر بوڑھا بڑا نہ رہا۔ اس مصیبتِ ناگہانی سے رات دن رویا کرتا، کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ چالیس دن جوں توں کر کٹے، چہلم میں اپنے بیگانے چھوٹے بڑے جمع ہوئے۔ جب فاتحہ سے فراغت ہوئی، سب نے فقیر کو باپ کی پگڑی بندھوائی، اور سمجھایا۔ دُنیا میں سب کے ماں باپ مرتے آئے ہیں، اور اپنے تئیں بھی ایک روز مرنا ہے۔ پس صبر کرو۔ اپنے گھر کو دیکھو، اب باپ کی جگہ تم سردار ہوئے، اپنے کاروبار

لین دین سے ہوشیار رہو۔ تسلی دے کروے رخصت ہوئے۔

گماشتے کاروباری نوکر چاکر جتنے تھے آن کر حاضر ہوئے، نذریں دیں اور بولے کوٹھی نقد وجنس کی اپنی نظرِ مبارک سے دیکھ لیجیئے۔ ایک بارگی جو اس دولتِ بے انتہا پر نگاہ پڑی، آنکھیں کھُل گئیں۔ دیوان خانے کی تیاری کو حکم کیا۔ فراشوں نے فرش فروش بچھا کر چھت پردے چلونیں تکلف کی لگادیں، اور اچھے اچھے خدمت گار دیدار و نوکر رکھے۔ سرکار سے زرق برق کی پوشاکیں بنوادیں۔ فقیر مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھا۔ ویسے ہی آدمی غنڈے بھانکڑے مفت پر کھانے پینے والے جھوٹے خوشامدی آکر آشنا ہوئے اور مصاحب بنے۔ اُن سے آٹھ پہر کی صحبت رہنے لگی۔ ہر کہیں کی باتیں اور ٹلّیں واہی تباہی ادھر اُدھر کی کرتے اور کہتے اس جوانی کے عالم میں کیتکی کی شراب یا گُلِ گلاب کھنچوایئے، نازنین معشوقوں کو بُلوا کر اُن کے ساتھ پیجئے اور عیش کیجئے۔

غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ ہردم کے کہنے سُننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا۔ شراب ناچ اور جوے کا چرچا شروع ہوا۔ پھر تو یہ نوبت پہنچی کہ سوداگری بھول کر تماش بینی کا اور دینے لینے کا سودا ہوا۔ اپنے نوکر اور رفیقوں نے جب یہ غفلت دیکھی جو جس کے ہاتھ پڑا، الگ کیا گویا لوٹ مچادی۔ کچھ خبر نہ تھی کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے، کہاں سے آتا اور کیدھر جاتا ہے؟ مالِ مفت دلِ بے رحم۔ اس درخرچی کے آگے اگر گنج قارون کا ہوتا تو بھی وفا نہ کرتا۔ کئی برس کے عرصے میں ایک بارگی یہ حالت ہوئی کہ فقط ٹوپی اور لنگوٹی باقی رہی۔

دوست آشنا جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے اور چمچا بھر خون اپنا ہر بات میں زبان سے نثار کرتے تھے، کافور ہو گئے۔ بلکہ راہ باٹ میں اگر کہیں بھینٹ ملاقات ہو جاتی تو آنکھیں چُرا کر منہ پھیر لیتے، اور نوکر چاکر خدمت گار بہلیے ڈھلیت خاص بردار ثابت خانی سب چھوڑ کر کنارے لگے۔ کوئی بات کا پوچھنے والا نہ رہا، جو کہے یہ کیا تمھارا حال ہوا، سوائے غم اور افسوس کے کوئی رفیق نہ ٹھہرا۔

اب دمڑی کی ٹھڈیاں میسر نہیں جو چبا کر پانی پیوں۔ دو تین فاقے کڑاکے کھینچے، تاب بھوک کی نہ لا سکا۔ لاچار بے حیائی کا برقعہ منھ پر ڈال کر قصد کیا۔ کہ بہن کے پاس چلیے۔ لیکن یہ شرم دل میں آتی تھی کہ قبلہ گاہ کی وفات کے بعد نہ بہن سے کچھ سلوک کیا، نہ خالی خط لکھا، بلکہ اس نے خط خطوط ماتم پُرسی اور اشتیاق کے جو لکھے، ان کا بھی جواب اِس خوابِ خرگوش میں نہ بھیجا۔ اِس شرمندگی سے جی تو نہ چاہتا تھا، پر سوائے اُس گھر کے اور کوئی ٹھکانا نظر میں نہ ٹھہرا۔

جوں توں پا پیادہ خالی ہاتھ گرتا پڑتا ہزار محنت سے وہ کئی منزلیں کاٹ کر ہمشیر کے شہر میں جا کر اُس کے مکان پر پہنچا۔ وہ ماں جائی میرا یہ حال دیکھ کر بلائیں لی اور گلے مِل کر بہت روئی۔ تیل ماش اور کالے ٹکے مجھ پر سے صدقے کیے۔ کہنے لگی: اگرچہ ملاقات سے دل بہت خوش ہوا، لیکن بھیا، تیری یہ کیا صورت بنی؟ اُس کا جواب میں کچھ نہ دے سکا۔ آنکھوں میں آنسو، ڈبڈبا کر چُپکا ہو رہا۔ بہن نے جلدی سے پوشاک سِلوا کر حمام میں بھیجا۔ نہا دھو کر وہ کپڑے پہنے۔ ایک مکان

اپنے پاس سے بہت اچھا تکلف کا میرے رہنے کو مقرر کیا۔

صبح کو شربت اور لوزیات حلوا سوہن پستہ مغزی ناشتے کو، اور تیسرے پہر میوے خشک وتر پھل پھلاری، اور رات دن دونوں وقت پلاؤ نان قلیے کباب تحفہ مزے دار منگوا کر اپنے روبرو کھلا کر جاتی۔ سب طرح خاطر داری کرتی۔ میں نے ویسی تصدیع کے بعد جو یہ آرام پایا۔ خدا کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر بجالایا۔ کئی مہینے اس فراغت سے گزرے کہ پانو اس خلوت سے باہر نہ رکھا۔

ایک دن وہ بہن جو بجائے والدہ کے میری خاطر رکھتی تھی، کہنے لگی، اے بیرن! تو میری آنکھوں کی پُتلی اور ماں باپ کی موئی مٹی کی نشانی ہے۔ تیرے آنے سے میرا کلیجا ٹھنڈا ہوا۔ جب تجھے دیکھتی ہوں، باغ باغ ہوتی ہوں۔ تو نے مجھے نہال کیا، لیکن مردوں کو خدا نے کمانے کے لیے بنایا ہے گھر میں بیٹھے رہنا اُن کو لازم نہیں۔ جو مرد نکھٹو ہو کر گھر سیتا ہے، اُس کو دُنیا کے لوگ طعنہ مہنا دیتے ہیں، خصوصاً اس شہر کے آدمی چھوٹے بڑے بے سبب تمھارے رہنے پر کہیں گے، اپنے باپ کی دولتِ دُنیا کھو کھا کر بہنوئی کے ٹکڑوں پر آپڑا۔ یہ نہایت بے غیرتی اور میری تمہاری ہنسائی اور ماں باپ کے نام کو سبب لاج لگنے کا ہے۔ نہیں تو میں اپنے چمڑے کی جوتیاں بنا کر تجھے پہناؤں اور کلیجے میں ڈال رکھوں۔

اب یہ صلاح ہے کہ سفر کا قصد کرو۔ خدا چاہے تو دن پھریں اور اس حیرانی و مفلسی کے بدلے خاطر جمعی اور خوشی حاصل ہو۔ یہ بات سُن کر مجھے بھی غیرت آئی، اس کی نصیحت پسند کی۔ جواب دیا، اچھا اب تم ماں کی جگہ ہو، جو کہو سو کروں۔ یہ میری مرضی پا کر گھر میں جا کے پچاس توڑے اشرفی کے اصیل لونڈیوں کے ہاتھوں میں لِوا کر میرے آگے لا رکھے اور بولی ایک قافلہ سوداگروں کا دمشق کو جاتا ہے، تم ان روپوں سے جنس تجارت کی خرید کرو۔ ایک تاجر ایماندار کے حوالے کر کے، دستاویز پکی لکھوالو، اور آپ بھی قصد دمشق کا کرو۔ وہاں جب خیریت سے جا پہنچو، اپنا مال مع منافع سمجھ بوجھ لیجیو یا آپ بیچیو۔ میں وہ نقد لے کر بازار میں گیا، اسباب سوداگری کا خرید کر ایک بڑے سوداگر کے سپرد کیا۔ نوشت وخواند سے خاطر جمع کر لی۔ وہ تاجر دریا کی راہ سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

فقیر نے خُشکی کی راہ چلنے کی تیاری کی۔ جب رُخصت ہونے لگا، بہن نے ایک سری پاؤ بھاری اور ایک گھوڑا جڑاؤ ساز سے تواضع کیا، اور مٹھائی پکوان ایک خاص دان میں بھر کر ہرنے سے لٹکا دیا، اور چھاگل پانی کی شکار بند میں بندھوا دی۔ امام ضامن کا روپیہ میرے بازو پر باندھا، دہی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر آنسو پی کر بولی، سدھارو! تمھیں خدا کو سونپا، پیٹھ دکھائے جاتے ہو، اسی طرح جلد اپنا منہ دکھائیو۔ میں نے فاتحہ خیر کی پڑھ کر کہا، تمھارا بھی اللہ حافظ ہے۔ میں نے قبول کیا۔ وہاں سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا، اور خدا کے توکل پر بھروسہ کر کے دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہنچا۔

(جاری)

جامعۃ السعادۃ کیرانہ کی مطبوعات

(۱)تفسیر پارہ عم

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۲)التوحید (دلائل توحید اور رد کفر و شرک پر مدلل و مفصل کتاب)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۳)مختصر لغات القرآن

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۴)طلاق کا اختیار عورت کو کیوں نہیں

تحریر: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب۔ ترتیب وتخریج: مولانا محمد صغیر پرتاپ گڑھی

(۵)اسلام کا نظام طلاق (نقل وعقل کی روشنی میں)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۶)موڈرن عورت اور اسلام

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۷)اسلام کا پیغام انسانیت کے نام

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۸)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ اول)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۹)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ دوم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۰)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ سوم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۱)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ چہارم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

جامعۃ السعادۃ واسعاد البنات کیرانہ

شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

''جامعۃ السعادۃ'' مغربی یوپی کے مردم خیز قصبہ ''کیرانہ، شاملی'' کا ایک عظیم ومنفرد ادارہ ہے۔ جس کے مقاصد میں سے قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت کے ساتھ، ایسے باصلاحیت رجال کار تیار کرنا ہے، جو ملت اسلامیہ کی علمی، دینی اور فکری قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں اور اپنی خوابیدہ قوم کو بیدار کر سکیں۔

یہ ادارہ ۱۴۲۸ھ سے علم کی شمع جلانے اور اس کی لو کو تیز کرنے میں مصروف ہے، بچوں اور بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ، عربی، اردو اور انگریزی زبان بولنے ولکھنے کی ان کے اندر صلاحیت پیدا کرنے اور صحیح ڈھنگ سے ان کی تربیت کرنے، نیز عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے اس کے خصوصی تعلیمی وتربیتی پروگرام اور انتہائی علمی ووقیع ماہ نامہ ''تحقیقات اسلامی'' کی پابندی کے ساتھ اشاعت ایسے کارنامے ہیں کہ کم ہی ادارے اس قلیل مدت میں اس منزل کو حاصل کر پاتے ہیں۔ جامعہ کی مستقل اپنی انتہائی خوبصورت ودیدہ زیب دومنزلہ عمارت ہے، جس میں تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ۱۴ر شعبے قائم ہیں۔ طلبہ کی ایک کثیر تعداد دار الاقامہ میں مقیم ہے جن کے قیام وطعام اور لباس وفوری علاج کا جامعہ کفیل ہے اور دیگر ہر طرح کی سہولیات انہیں فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جامعہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور دار العلوم ندوۃ العلماء ہی کے نصاب کے مطابق ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم کے ساتھ حفظ مع تجوید، ناظرہ قرآن کریم، دینیات اور حکومت ہند سے منظور شدہ: جامعۃ السعادۃ پبلک اسکول کے تحت درجہ آٹھ تک کی تعلیم ماہر اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔

جب کہ بچیوں کی خصوصی تعلیم وتربیت کے لئے علاحدہ سے ''جامعہ اسعاد البنات'' قائم ہے۔ اس کی بھی دومنزلہ انتہائی محفوظ ،خوبصورت اور ہر طرح کی سہولیات سے مزین عمارت ہے۔ بچیوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں، یہ ادارہ بھی ندوۃ العلماء سے ملحق ہے۔ جس میں ندوہ ہی کے نصاب ونظام کے مطابق از درجہ پرائمری تا دورہ حدیث شریف کی تعلیم جاری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر اور دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) بھی سکھائی جاتی ہے۔

جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ صدقات، زکوۃ اور عطیات کی رقوم سے جامعہ کا تعاون فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

محمد عرفان ثاقب قاسمی

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ، کیرانہ ضلع شاملی۔ یوپی 247774

رابطہ نمبر 09319530768 / 8630449150

Tehqiqat-e-Islami

Post No. UP/MZN- 86/2015-17 RNI No: upurd/2011/42786
Kairana, Distt. Shamli (U.P) India
E-mail: tahqiqat-eislamia@yahoo.com
Website: www.jamiakairana.com
www.shariyahacademy.com , academy2016web@gmail.com

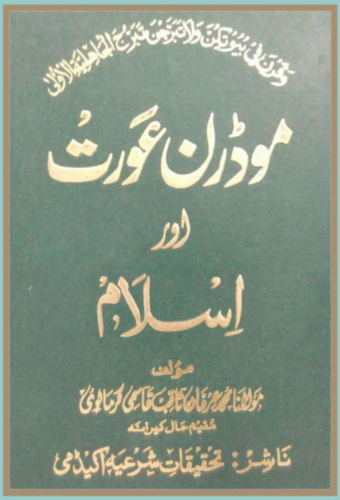

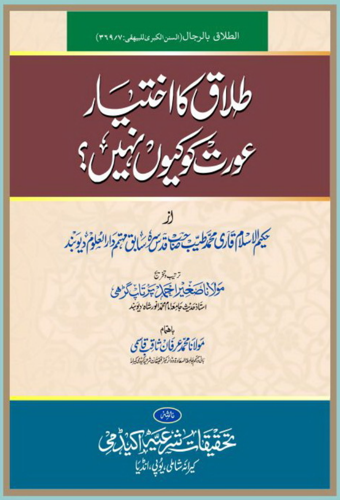

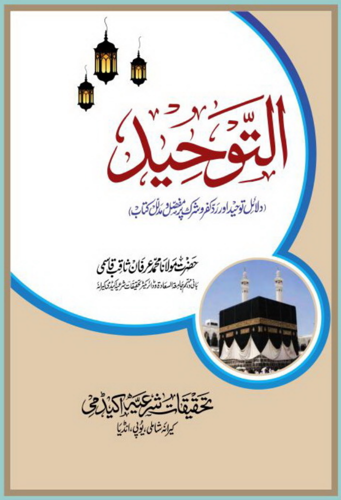

JAMIATUS SA’ADAH
Moh.Ibrahim Pura, (Aal Kalan) Shamli Road,
Kairana, Distt. Shamli U.P Pin: 247774
Mob: 09359602830, 09319530768